YOUTH PARLIAMENT PAKISTAN
YOUTH DEBATES
Sunday, September 23, 2012

The Youth Parliament met in the Margalla Hotel Hall Islamabad at thirty minutes past nine in the morning with Madam Deputy Speaker (Ms Sarah Abdul Wadood Khan) in the Chair.

Youth Fifth Session

(تلاوت)

میڈم سپیکر: جناب محمد عامر عباس طوری، جناب سلیمان خان شنواری اور انعم سعید

They invite the attention of the honourable Prime Minister to the unfortunate incident of bomb blast on 10th September 2012 and 20 innocent people from Tori Tribe were martyred and 70 were injured in a bomb blast. I would ask Amir Abass Tori to read this.

جناب توصیف عباسی: میڈم سپیکر! آپ مجھے بتائیں اور میں نے پہلے بھی indicate کیا تھا کہ Rule No.88, page No. 38 کے مطابق calling attention notice آپ صرف اور صرف کسی وزیر کے لیے لا سکتے ہیں، کوئی عام ممبر لا سکتا، آپ مجھے بتائیں کہ کس rule کے تحت آپ نےوزیر اعظم کی توجہ اس طرف دلائی ہے؟ میں آپ کو ایک اور بات واضح کروں کہ آپ کی consent کے بغیر کبھی کوئی calling attention notice نہیں آتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس کو پرائم منسٹر کے لیے approve کیا ہے ۔ ایسا calling attention notice concerned Minister کو address کیا جاتا ہے۔ کبھی بھی پرائم منسٹر کے لیے نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی بھی آرٹیکل دکھا دیں جس کے مطابق آپ نے یہ approve کیا ہو۔

میڈم سپیکر: میرے خیال میں یہ کوئی printing کا مسئلہ ہے۔

جناب توصیف عباسی: آپ وزیر داخلہ کو address کریں لیکن Prime Minister کو یہ کیسے address کیا جا سکتا ہے۔

Madam Speaker: I think this is printing problem. Yes, Interior Minister. He is not present.

طوری صاحب ! وزیر داخلہ صاحب آتے ہیں تو پھر ہم اس کو لے لیں گے۔

Mr. Umar Riaz, Minister for Law and Parliamentary Affairs would like to introduce a Bill, further to amend the banking Companies Ordinance. He is not here as well.

Now we take Private Members' Bill. Mr. Hasan Ashraf, Mr. Tauseef Abbasi would like to introduce a Private Member Bill, further to amend Pakistan Penal Code.

Mr. Tauseef Abbasi: I big to move that a Bill further to amend the Pakistan Penal Code 1860 where it is expedient further to amend the Pakistan Penal Code Act 1860 for the purpose hereinafter appearing. It is hereby enacted as follows:

This Act may be called Pakistan Penal Code Act 2012.

میڈم سپیکر: عباسی صاحب! آپ صرف amendment propose کریں۔

جناب توصیف عباسی: میڈم ! پہلی amendment جو ہم propose کر رہے ہیں اور یہ amendment میں Article 295(B) میں کر رہا ہوں

a mentally stable individual capable of lucidness of who willfully defies damages or desecrates a copy of the Holy Quran or an extract there from or uses it in any disarbitrary manner or for any unlawful purpose shall be punished with imprisonment of life. If the accused is not found guilty then the accuser will be held under these charges.

میں اب Article 295(C) پڑھتا ہوں۔

"A mentally stable individual capable of lucidness who by a word either spoken or written or by a visible representation or by any imputation amen' do or enunciation directly or indirectly defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) shall be punished with the death or imprisonment of life and shall also be liable to fine. If the accuser is not found guilty then the accused will be held under these charges."

میڈم ہم نے صرف ان دونوں laws کی جو first line کی wording ہے اس میں ہم نے changes کی ہیں - اس میں لفظ whoever کو define کرنے کی کوشش کی ہے کہ whoever کون ہے۔ اس میں جیسے آپ نے دیکھا کہ دس سال کے بچے نے بھی اگر کوئی بات کہہ دیں تو اس کو accuse قرار دے کر penalty دلوا دیں یہ کو ئی ٹھیک چیز نہیں ہے۔ ہم تین چیزیں اس term میں define کی ہیں، ایک تو یہ ہے اس کی کیا age ہے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کےبعد دیکھا جائے کہ وہ mentally stable ہے یا unstable ہے، یعنی sound mind and unsound mind کی بات کی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس کے سامنے accused نے اس Article کی خلاف ورزی کی ہے۔چاہے وہ Article 295(B) ہو یا Article 295(C) ہو - اب نے basically ان تین چیزوں کو define کیا ہے۔ اگر ہم کسی پر الزام لگا رہے تو یہ چیزیں سامنے ہونی چاہیں کہ ہو mentally stable ہو، اور اس کی عمر above 15 ہو اور اس کے علاوہ کم از کم پانچ ایسے مستند گواہ ہوں جن کی موجودگی میں اس نے بے حرمتی کی ہے اس پر charge لگایا جائے۔ اگر میڈم سپیکر ! وہ charge prove نہ ہو سکے تو وہ charge جس accuser نے لگایا ہے وہ اس پر back ہو جائے گا۔

میڈم سپیکر! ایسی بہت سی تاریخ میں مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے آپ نے recently دیکھا ، رمشا کیس تھا، اس پر charge لگا اور بعد وہ relief لے کر رہا ہو گئی۔ اسی طرح کا آسیا بی بی کا کیس تھا - یہ مسلمانوں کی جو minority کی طرف intentions ہیں وہ روز بروز ایک کھینچاؤ کی طرف جا رہی ہیں۔ لہذا ان چیزوں کو ختم کرنے کے لیے ہم نے یہ amendments propose کی ہیں۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ انعم: میڈم ! انہوں نے ایک ٹرم mens rea کی کئی تھی، ان کو کہیں وہ اسے define کر دیں۔

جناب توصیف عباسی: ہم نے کہا کہ کس حد تک stable کی بات کر رہے ہیں کیونکہ ایک mentally unstable ہوتا ہے اس کی بھی types ہوتی ہیں تو ہم نے stability کو اس میں define کیا ہے۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی تیمور شاہ صاحب۔

جناب تیمور شاہ: میڈم سپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے کہ Bill میں جو amendment آئی ہے Mens rea کی اس کا اس کو پتا نہیں ہے اور یہ amendment لانا چاہ رہے ہیں۔ Mens rea is basically the evil thinking behind an action. There are two terms mens rea and actus rea, actus rus is when you implement the evil thought, mens rea when you think about the evil thought. Civil law کے انور mens rea کی سزا نہیں ہے لیکن only actus rea ہے which is implementation of the evil thought اس کی سزا ملتی ہے۔ دوسری بات میں صرف ان کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ age کا factor آ جاتا ہے کہ دس سال کے بچوں کو سزا نہ دی جائے۔ اگر یہ تھوڑا سا عمر ریاض کو consult کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ There are three general exceptions in the law کو three-eyes کہتے ہیں that is intoxication, immaturity and insanity جو بندہ immature ہے اس میں جو بھی accused جو اس کی date ہے وہ diminish guilt میں جاتا ہے، اگر کوئی بندہ intoxicated ہے جس کو نشہ دے کر کوئی کام کرایا گیا ہے اس پر بھی diminish سزا ہوگی اور اگر کوئی بندہ immature ہے اس پر بھی diminish سزا ہو گی۔ اگر کوئی بندہ اٹھارہ سال سے کم عمر ہے تو یہ generalized civil law کے اندر exceptions ہیں کہ ان حالات کے اندر اگر کوئی جرم کیا جاتا ہے تو اس کی سزا وہ نہیں ہوگی جو ایک mentally stable آدمی کی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ دس سال سے کم یہ تو ویسے ہی ہے - اس میں amendment لانے کی کیا ضرورت ہے۔

میڈم سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب توصیف عباسی: میڈم سپیکر! میں نے یہاں پر جو amendment propose کی ہے اس پر تو میں نے ایکgeneral بات کی لیکن میں نے یہاں پر کہیں پر نہیں لکھا کہ accused پندرہ سال سے اوپر ہو، اٹھارہ سال سے اوپر یا دس سال سے اوپر ہو ، میں نے کہیں پر بھی یہ چیز mention نہیں کی۔ یہ تو میں وضاحت کر رہا تھا۔

میڈم سپیکر: ٹھیک ہے، شکریہ۔ حسن اشرف نہیں ہیں تو Bill is referred to the concerned Committee. لاء کی کمیٹی کو refer کیا جاتا ہے۔اب جناب سراج میمن صاحب اور محترمہ انعم محسن صاحبہ ایک Bill introduce کرنا چاہتی ہیں جس کا تعلق to make blood screening mandatory for getting *Nikehnama*. جی سراج میمن صاحب۔

جناب سراج میمن: شکریہ میڈم۔ محترمہ میں اس کی definition میں نہیں جاؤں گا بلکہ جو بل کی clauses اور chapters ہیں ان کو میں read کروں گا۔

> "To be introduced in the Youth Parliament of Pakistan a Bill to make blood screening mandatory for getting *Nikehnama*."

Chapter-II Estahlishment of Health Committee

The Federal Government shall constitute a Health Committee to exercise the powers and perform the functions under this Act.

محترمہ اس بل کے پیش کرنے کے جو objects and reasons ہیں وہ دینا چاہوں گا۔ محترمہ ہمارے ملک پاکستان میں thalassaemia ایک hereditary disease ہےجو کہ تیزی سے پھیلتی جا رہی ہے۔ The News کی رپورٹ مطابق or Thalassaemia Foundation کے مطابق پاکستان میں گزشتہ چار سالوں سے دس ہزار مریض تھے اور اب ان کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ ہو چکی ہے اور اس کی patient welfare association ہے اور جتنی بھی پاکستان میں blood donation یا blood collect کرتی ہے ان کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں جو cousins' marriages ہوتی ہیں ان کو discourage کرنا چاہیےتاکہ ہم thalassaemia کے تیزی سےپھیلتے ہوئے مرض پر قابو پا سکیں۔ اس وجہ سے اس بل کو پاس کرنا ضروری ہے تاکہ جو بیماری already کسی شخص میں ہے وہ ہماری کسی دوسری نسل تک نہ پہنچے۔ اس لیے میں اس ہاؤس سے گزارش کروں گا کہ اس بل کو پاس کیا جائے تاکہ ہماری دوسری نسلوں کو جوبیماری لگنے والی ہے اور جو خدشہ لاحق ہے وہ ہماری دوسری نسل نہ بھگتے۔ اس بیماری کو پھیلنے سے بچانے کے لیے ہم کوئی قانون سازی کر لیں۔ بہت شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

جناب علی رضا: میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہمارے معزز ممبر نے جو بل پیش کیا ہے it is the need of the hour لیکن ان سے میری request کہ مجھے بتائیں کہ اس میں کیا ایسا provision ہے کہ infectious disease کے لیے بھی اگر screening ہو جائے at the time of Nikah because most of the cases of HIV and hepatitis B and C وہ رپورٹ نہیں ہوتے اور یہ اتنے خطرناک ہیں کہ they transmit from husband to wife and even to the new born as well. اگر میں Bill میں اس طرح کی amendment ہو یا کوئی ایسی provision ہے تو I don't have any issue.

میڈم سپیکر: اس کی کوئی provision نہیں ہے؟

جناب توصیف عباسی: میڈم جب blood screen ہوتا ہے تو ڈاکٹر پوری رپورٹ دیتا کہ اس میں hemoglobin کتنا ہے، اس میں sugar کا level کتنا ہے اس طرح پوری رپورٹ آ جاتی ہے۔ وہاں پر جو certificate آئے گا اس میں صرف highlights thalassaemia کو کیا جائے گا باقی جب بلڈ سکرین ہو گا تو اس میں پوری رپورٹ یعنی گلوکوز کتنا ہے اور جو بھی اس میں ہے اس کی پوری رپورٹ آ جاتی ہے تو it is not necessary کہ وہ کینسر والوں کے لیے فائدہ مند رپورٹ ہو گی اور HIV والوں کے لیے بھی فائدے مند ہو گی۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔

An honourable Member: My honourable colleague has proposed that Federal Government should implement this Bill but both health and Nikha registration come under the domain of provincial governments. So, how can Federal Government implement this Bill. Secondly how can Federal Government make arrangements for financing for implementation of this Bill. Thirdly what will be procedure for registering marriage of minorities in Pakistan? Thank you.

Madam Speaker: Abbasi sahib.

جناب توصیف عباسی: میڈم! میں اس میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے colleagues نے یہ سوال اٹھایا کہ یہ کیسے ہو گا۔ یہ بل صرف ہماری capital territory ہے which is around 200 KM وہی تک یہ بل لاگو ہو گا۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ اٹھارہویں ترمیم پاس ہونے کے بعد ہماری سترہ وزارتیں وہ provinces کو devolve ہو گئی تھیں اور یہ اب provincial subject بن چکا ہے لیکن میرا یہ جو بل ہے that will be applicable only in the Federal Territory باقی صوبوں کا کام ہے کہ وہ بلڈ سکریننگ کو وہاں پر لاگو کرتے ہیں یا نہیں کرتے، قانون سازی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، یہ ان کا مسئلہ ہے۔

میڈم سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ بل کو Committee on Law کو refer کیا جاتا ہے۔ جی جناب عامر عباس طوری، مسٹر سراج میمن، مس انعم محسن، مسٹر سلیمان شنواری، مسٹر جعفر صدیق، مسٹر توصیف احمد عباسی، مسز عائشہ فاروق they would like to present قبائلستان بل

Which is further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Mr. Aamir Abass Tori sahib.

جناب عامر عباس طوری: میڈم سپیکر! دوسرے سیشن میں یہ پورا بل پڑھا گیا تھا اور اس کے بعد یہ Law Committee کو refer ہوا تھا اور اس کے اندر amendments propose ہوئی تھیں تو کیا میں وہ amendments پڑھ لوں یا پورے بل کو؟

میڈم سپیکر: اس پر مجھے لاء منسٹر کی guidance چاہییں۔

معزز ممبر: میڈم! میں as an Acting Chairman وہاں Law, Parliamentary Affairs and Human Rights کام کر رہا ہوں۔ یہ بل جو عامر طوری صاحب پیش کرنا چاہ رہے ہیں اس پر گرین پارٹی ایک کمیٹی بنی تھی جو ہمارے former Opposition Leader تھے فہد نقوی صاحب انہوں نے کہا تھا کہ اس بل پر ایک consensus گرین پارٹی کا ہونا چاہیے، گرین پارٹی کی دو clauses پر reservations تھیں۔ ہم دو sessions میں اس بل کو discuss کرتے رہے تو finally Green Party کے دو ممبرز کی بات مانی گئی اور اس بل میں جو گرین پارٹی کی جو reservations تھیں وہ کمیٹی کے اندر دور کی گئیں اور ہم نے اس کی رپورٹ سیکرٹریٹ میں جمع کرا دی تھی، اب جو main movers عامر طوری صاحب ہیں وہ اس بل کو پریس ووٹنگ کے لیے کرنا چاہتے ہیں تو میں اپنی کمیٹی کی طرف سے یہ رپورٹ پیش کر رہا ہوں as an Acting Chairman کہ اس بل کو اب ووٹنگ کے لیے پیش کیا جائے کیوں ا س میں جو گرین پارٹی کی reservations ہیں وہ ختم ہو چکی ہیں۔

میڈم سپیکر: اس میں جو amendments ہوئی ہیں وہ اگر آپ بتا دیں۔

Mr. Aamir Abass Tori: Madam Speaker, (reading from written material)

میڈم ہم نے اس میں 5 years کا span لکھا تھا اور اس میں کمیٹی کی طرف سے یہ amendment propose ہوئی تھی، لاء منسٹر صاحب بھی اس میں موجود تھے تو یہ پانچ سال کی بجائے سات سال کا عرصہ ہو گیا اور

statement of objects and reasons, federally administrative tribal should have autonomous provincial status within 7 years in order to remove discrimination from the patriotic tribel people of Pakistan, the creation of

Kabalistan is a new provincial entity will give the essence of unity and more strength to the federation. The tribel people will be self sufficient to generate the venue for socio-economic development of the area. Furthermore an interim legislative assembly should be elected for two years in order to determine the future political and economic destiny of FATA.

یہ amendment تھی۔شکریہ میڈم سپیکر۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم سپیکر! جو movers ہیں اس کے متعلق میں نے پہلے کافی بحث کی ہے اور جب اس پر بحث ہو رہی تھی تو میں قبائلستان کے بارے میں agree کر رہا تھا، اب جب میں نے کافی لوگوں کے reservations دیکھی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ قبائلستان موضوع نام نہیں ہے چونکہ جو قبائلی ہونے کا ایک نظریہ ہے یہ پھر ہمیشہ رہے گا۔ لہذا میں تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ دو نام ایسے ہیں جو بڑے مشہور ہیں، ایک خیبر اور خیبر پاس کے نام سے ایک گومل، خیبر کو خیبر پختونخوا والوں نے ، NWFP والوں نے خیبر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور خیبر ایجنسی کو نہیں، صرف اس نام کو ملا لیا، اگر اب قبائلستان کی جگہ صوبہ گومل ہو جائے تو کیسے رہے گا۔

میڈم سپیکر: جب قبائلستان کا نام suggest کیا تھا، آپ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اب movers of the Bill سے پوچھتے ہیں کہ ان کی تجویز پر غور کرنے کو تیار ہیں۔

جناب عامر عباس طوری: میڈم! ان کی تجویز سر آنکھوں پر لیکن یہ بل دوسرے سیشن میں پیش ہوا تھا اس کے بعد یہ دو تین سیشنز کمیٹی میں رہا، اس کے بعد اسے دوبارہ ممبروں کو میل کیا گیا، چوتھے سیشن میں بھی یہ سیکرٹریٹ کی طرف سے ممبرز کو میل ہوا اور ہم نے بارہا پوچھا کہ اگر آپ اپنی طرف سے کمیٹی سے ہٹ کر بھی اگر کوئی recommendations, suggestions اس میں آپ دینا چاہتے ہیں۔ اب یہ 11th hour کہنا ٹھیک نہیں ہے، بہت لیٹ ہو گئی ہے۔ اس وقت ساری چیزیں consensus کے ساتھ ہو چکی ہیں۔ میری رائے تو یہی ہو گی کہ اس کو اب voting کے لیے پیش کیا جائے۔

An Honourable Member: Madam, as Acting Chairman of the Committee

اس میں جو قبائلستان کا نام ہے اس پر میں روشنی ڈالنا چاہوں گا۔ گرین پارٹی سے اس پر بھی reservation تھی کہ اس کا نام کیا ہونا چاہیے تو ہم دو سیشنوں کے consensus کے بعد اس نتیجے تک پہنچے کہ فاٹا کا ایریا جو صوبہ بننے جا رہا ہے اس کا نام قبائلستان کی suit کرے گا اور بہتر ہوگا وہ consensus سے ہی generate ہوا تھا۔

Madam Speaker: Right. Let me put this Bill to the House for voting.

(Motion was carried)

Madam Speaker: Majority of this House agrees to the content of this Bill. So, consequently the Bill stands passed.

میں ہاؤس کی توجہ گیلری کی طرف دلانا چاہوں گی جہاں پر ہمارے معزز مہمان جن کا تعلق ریاستی پاکستان این جی او سے اور ڈسٹرکٹ یوتھ نیٹ ورک چکوال سے بھی کچھ ہمارے ممبران آئے ہیں، آپ کی آمد کا بہت شکریہ۔ کیا محترمہ نصیب اختر چنڑھ صاحبہ ہیں؟ نہیں ہیں۔ جناب عامر عباس طوری وہ Interior Minister کی

توجہ ایک calling attention notice کے حوالے سے دلانا چاہ رہے تھے لیکن وزیر صاحب موجود نہیں تھے۔ یہ طوری فیملی کے 70افراد کو شہید کر دیا گیا تھا اس حوالے سے یہ تھا۔

جناب عمر ریاض (وزیر داخلہ آف یوتھ): میڈم سپیکر! میں یہاں پر ایک بات بہت clear کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف طوری قبیلہ کا ایشو نہیں ہے جس کوsectarian killings کے نام مارا جا رہا ہے بلکہ یہ پورے پاکستان کا issue بن چکا ہےہم دیکھے رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ہزارہ میں ہو رہا ہے اور ہزاروں کو مارا جا رہا ہے، خرم ایجنسی میں جو کہ واقعی sectarian killingہے اس کو sectarian killing کے علاوہ اس کو طوری قبیلہ کا ایک issue بنایا جا رہا ہے۔ اس میں ہمارے state security issues ہیں وہ اس میں involve ہیں، دوسرا جا پاراچنار میں مسئلہ ہو رہا ہے اور یہ بڑا unfortunate incident ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، جب تک افغانستان کا حالیہ مسئلہ چلتا رہے گا اس کے اثرات ہماری internal security پر پڑتے رہیں گے۔ میں محرک عامر طوری سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ بالکل unfortunate incident ہے۔ اس میں unfortunately بات یہ ہے کہ اب تک سٹیٹ کی کوئی پالیسی نہیں ہے، اس پر کوئی کمیٹی نہیں بنائی گئی۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ اگر کوئی سوات میں مسئلہ ہوتا ہے یا کہیں tribal area میں کوئی چھوٹا موٹا مسئلہ ہوتا ہے تو اس کے اوپر فوراً ہمارے چیف جسٹس صاحب sue moto action لے لیت ےہیں لیکن اس طرح کے کئی واقعات ہو رہے ہیں ابھی تک کوئی sue moto action نہیں لیا گیا۔ میں آپ کو یہ یقین دہانی کرواتاہوں کہ Youth Interior Ministry کی جو کمیٹی ہے اس کے اوپر work کرتے ہیں اور میں ایک لیڈر ہاؤس کی جانب سےpropose کرتا ہوں کہ آپ کے جو Interior Minister sahib اور جو relevant FC کے ادارے ہیں، خیبرپختونخوا میں جو ان کے stouts ہیں ان کو propose کریں تاکہ اس مسئلے کے اوپر ہمارا ایک stance ہو تاکہ ہم اس پر کاروائی کر سکیں۔

میڈم سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب جمال نصیر جامعی: میں بحیثیت Shadow Minister for Interior بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پاکستان میں ایک مسئلہ ہو گیا ہے کہ پاکستان میں judicial activism زیادہ ہو گیا ہے۔میں ایس ایم ظفر سے بات ہوئی، انہوں نے کہا کہ کراچی کے issue پر بھی جب بات حد سے گزر گئی تو بحالت مجبوری لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ مناسب طریقہ نہیں ہے اور سپریم کورٹ کو جو terrorist activities ہوتی ہیں ان پر وہ نہ sue moto action لیتی ہیں، نہ لینا چاہیے۔ یہاں وزیر داخلہ کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ چیف جسٹس صاحب sue moto action لے لیں اور ہم نے تو کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر آپ نے کراچی جیسی سیاست ہی کرنی ہے کہ چیف جسٹس کو sue moto action دلوا کر اور اس طرح سے رسوا ہی کرنا ہے تو اس سے اچھا ہے کہ آپ حکومتی کاروبار بند کریں اور سپریم کورٹ کو کاروبار چلانے دیں۔

میڈم سپیکر: جی ریاض صاحب۔

جناب محمدعمر ریاض: میں ایک بات یہاں پر clear کر دوں کہ یہ جو طوری اور shiaism کا issue ہے، آپ مجھے ایک بات بتائیں، یہ کھڑے ہو کر بات کر رہے تھے، کہ کیا جو طوری شیعہ ہیں یہ کیا پاکستانی نہیں ہیں؟ یہاں پر ہر بندے کے اوپر اور ہر بات پر ایک issue شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چھوٹی موٹی video آتی ہے تو اس کے اوپر چیف صاحب نوٹس لے لیتے ہیں، پچھل کئی دنوں سے میں خود اخبار میں پڑھ

رہا ہوں کہ headlines کے اوپر کبھی ہزارہ کی خبر آ رہی ہے، کبھی پارہ چنار کی خبر آ رہی ہے، کبھی کوہاٹ کی خبر آ رہی ہے لیکن آج تک اس کے اوپر کوئی بات نہیں کہی گئی۔ مجھے اس کی وجہ بتائی جائے۔ کیا وہ پاکستانی نہیں ہیں؟ کیا ان کا اس ملک میں کوئی role نہیں ہے اس ملک کی ترقی اور خوشحالی میں؟ کیا ان کا یہ قصور ہے کہ وہ یا حسین کہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سٹیٹ کا دہرا معیار ہے، سٹیٹ کا اس پر double standard ہے ، definitely اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ ہماری سٹیٹ کے جو institutions ہیں ان کی رائے موجود ہے ۔ ہماری سٹیٹ کی سکیورٹی کے اندر بھی کچھ لوگ ایسے موجود ہیں کہ جن double mindset ایسا ہے اور unfortunately ہماری پارلیمنٹ کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو biasness رکھتے ہیں۔ آپ تو کراچی کی بات کر رہے ہیں، کراچی میں تو politics ہو رہی ہے، کراچی gang war ہے اس کے اندر political parties involve ہیں، اس کے اندر لوگ involve ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے، اس میں کہاں political parties ہیں لیکن اس طرح کے incidents ہو رہے ہیں اور اس میں کھلم کھلا videos سامنے آ رہی ہیں۔ جو لوگ کسی تنظیم میں ہیں ان کے خلاف ہماری سٹیٹ in-actor ہے اور جب تک یہ in-actor ہے اس وقت تک یہ مسئلے پیدا ہوتے رہیں گے۔

میڈم سپیکر: پہلے شیڈو منسٹر بات کر لیں۔

جناب جمال نصیرجامعی: آپ پارلیمنٹ کا code of conduct پڑھ لیں۔ آپ نے judges کو یہاں پر گالی بنا دی ہے۔ آپ بات کو پتا نہیں کہاں لے گئے کہ وہ شیعے ہیں یا شیعہ ازم ہے یا یا حسین ہیں، آپ پارلیمنٹ کو کس طرف لے کر جا رہے ہیں۔ آپ تو یہاں پر لوگوں دست گریبان کروا دیں گے۔آپ مسئلے کو حل کریں، آپ مسئلے کو تیسری طرف لے کر جا رہے ہیں۔

Madam Speaker: Right, got your point. Yes, Tori sahib.

جناب عامر عباس طوری: شکریہ سپیکر صاحبہ۔ مسئلے کی نوعیت کچھ اور تھی لیکن اسے دوسری طرف لے جایا جا رہا ہے۔ میں نے یہاں پر یہ لکھا ہے کہ invite the attention of honourable Youth Minister for Interior to the unfortunate incident of bomb blast on 10th September in Parachinar یہ بھی اس میں misprint ہوا ہے '2012' and 20 innocent people from Tori tribe were martyred and 70 were injured in a bomb blast. میڈم سپیکر ! یہاں پر ہم نے کوئی sectarian قسم کی بات نہیں کی، ایک بم بلاسٹ ہوا تھا جس کو condemn کرنے کےلیے ہم لائے تھے۔ اب اس پر کچھ اور باتیں ہو گئیں ہیں۔ میں اس پر یہ کہوں گا کہ جب تک پاکستان میں دہرا معیار ختم نہیں ہوگا اس وقت ہم یہ مسائل face کریں گے۔ دہرے معیار سے مراد یہ ہے کہ اگر blasphemous video آتی ہے اور اگر اس طرح کے blasphemy law ہے، آپ سلمان تاثیر کو بھی شہید کہتے ہیں اور آپ قادری کو بھی غازی کہتے ہیں۔ یہ آپ کا دہرا معیار ہے۔ ہمارے اندر جرات اور استقامت نہیں ہے کہ ارباب اقتدار اور نام نہاد عدلیہ اس وقت ان چیزوں کو فراموش کر لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے پارہ چنار کے مسئلے پر آج تک کسی نہیں بولا، ہم نے عاصمہ شیرازی سے ایک بار خود پوچھا تھا کہ ISPR کی طرف سے ہمیں لیٹر آیا ہے اور ہم اس کے اوپر نہیں بول سکتے۔ یہ کافی سنجیدہ مسئلہ ہے اس کو میں نے بالکل sectarian رخ نہیں دیا، نہ کوئی sectarian بات ہے۔ آپ کے جو ملک مجید کرنل FC تھے ان کی موجودگی میں convoy

پارہ چنارجاتا ہے اس کو لوٹا جاتا ہے۔ سپیکر صاحبہ پچھلے پانچ سالوں سے اور مجھے کہنے دیجیے، یہ پشاور سے پارہ چنار کا راستا cut off ہے لیکن literally کسی نے کبھی اس کا نوٹس نہیں لیا، اس کے لیے میں یہی گزارش کرنا چاہوں گا کہ بجائے مسئلے کی نوعیت کے سمجھنے کے ہم اس کو تنقید برائے تنقید کے convert کر دیں۔ شکریہ۔

جناب توصیف عباسی: میں point of explanation پر ہوں کہ یہ calling attention notice ہے اور اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

میڈم سپیکر: میں نے relevant people کو اجازت دی ہے لیکن میں اس کوئی بحث نہیں کروا رہی۔

جناب محمد عمر ریاض: میڈم! اس پر کوئی دو رائے نہیں ہیں اور طوری قبیلے پر جو attack ہوا تھا جس میں انہوں نے بتایا کہ 20 مارے گئے اور more than 70 people injure ہوئے ہیں، یہ ایک unfortunate incident ہے ، اس کے اوپر میں نے پہلے بھی کہا طوری قبیلے پر جو زیادتی ہوئی ہے اس کو Youth Parliamentarians اپنا لائحہ شو کرنے کے لیے، میں propose کرتا ہوں کہ جو ہماری کمیٹی ہے اس کے through مل کر ایک letter frame کرتے ہیں اور جو relevant authority ہے اس کو وہ بھیجتے ہیں۔

میڈم سپیکر: ٹھیک ہے ، شکریہ۔ جناب محمد عمر ریاض Minister for Law, Parliamentary Affairs and Human Rights to introduce a Government Bill, further to amend the Banking Companies Ordinance 1962 جی ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Umar Riaz: Where it is expedient further to amend Banking Companies Ordinance for the purposes for the purposes hereinafter reappearing, it is hereby enacted as follows: (Read from the paper)

Mam Speaker, we had a recent piece of legislation passed in the Parliament of Pakistan which is referred to us the industrial relations Act 2012. Industrial Relations Act 2012 is actually dealing with activity of the trade of unions and imposing restrictions on the trade union for defining the proper code of conduct but there is a Section 29(p) in the Banking Companies Ordinance which curtails the right of freedom of association and it is curtailing the certain rights which must be given to trade unions in particular and as the Constitution in Pakistan 1973 guarantees the freedom of association it is mandatory that trade unions are given the greatest sort of liberty. Further more I would like to point it out that Banking Companies Ordinance is strictly related with banking companies and there is no need for trade unions because we have recent legislation passed in the Parliament of Pakistan relating to Industrial Relations Act, so there is no need of this section anymore in the banking companies Ordinance. It is not a recent suggestion, Justice Shafi-ur-Rehman Commission, Senator Raza Rabbani have already proposed to this very Commission that this section must be omitted. Therefore, I propose that the Bill may be passed in the better interest of the trade unions within country. Thank you very much.

Madam Speaker: Yes, Leader of the Opposition. Not, then let me put this Bill to the House for voting.

Mr. Muhammad Umar Riaz: Mam, the Bill is going to be passed and if any member is not agreeing with the Bill, he cannot vote in favour of it, he can vote against it.

Mr. Tausif Abbasi: Certainly I can vote against it or I can vote in favour of it.

میڈم سپیکر: آپ کی جو reservations ہیں وہ بتا دیں۔

جناب توصیف عباسی: میڈم یہ پلیٹ فارم ایسا ہے کہ جہاں پر یہ نہیں کہہ سکتے بلکہ یہاں پر reservations کا اظہار ہو نا چاہیے۔ بنیادی طور پر یہ جو بل پاس ہو رہا ہے اس کے contours ہمیں نہیں بتائے گئے جس طریقے سے بتائے جانے چاہییں تھے کہ یہ public banking sector پر ہو گا یا private banking sector پر ہو گا، پہلے جو لگائی گئی تھی اس کی کیا وجہ تھی اور یہ کس طریقے سے دوسرے industrial sector سےdifferent ہے۔ اگر آپ banking میں لگا رہے ہیں تو اسی طریقے سے trade unions allow کی جاتی ہیں لیکن اپنے rules and regulations کے مطابق ان کو curtail کیا جاتا ہے اور مختلف جگہوں پر کیا جاتا ہے، یہ کوئی الگ بات نہیں ہے۔ آپ اس طریقےسے private sector پر آپ لاگو نہیں کر سکتے۔ میں public side سے مثال آرمی کی دوں گا، آرمی میں party کی رکنیت معطل کر دی جاتیfor greater good تو آپ اس کو یہاں پر justify کریں کہ یہ banking کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے separate آنا چاہیے۔ اسی طریقے سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ public اور private میں کو کس طریقے سے differentiate کریں گے کیوں کہ پبلک کمپنی کا اپنا ایک decorum ہوتا ہے، وہ اس کو رکھنا چاہتی ہیں تو آپ کس طریقے سے اس کو allow کرتے ہیں یا نہیں کرتے ۔ آپ بل کو لا رہے ہیں، ہم اس پر بحث کریں گے تو عوام کو پتا لگے گا۔

میڈم سپیکر: جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Umar Riaz: First of all, it is not a Bill in the Constitution. It is not amendment in the Constitution, it is an amendment in Banking Companies Ordinance 1962. But the point I wanted to make that Banking Companies Ordinance which containing this piece of legislation which was dealing with the industrial relations and trade unions and to differentiate between the public and the private companies, I would like to point it out that there is a recent piece of legislation just a few months back which is referred to as Industrial Relations Act 2012, it is certainly defining the certain parameters relating to public companies and the parameters which must be fixed for the trade unions working in the companies and those working in the private companies. So, the need of the hours that the banking Companies Ordinance which was incorporated in 1962 contained some provision which have been account by a piece of legislation Industrial Relations Act of 2012 passed a few months ago. So, it is the need that there is not further need of these relevant sections within the Banking Companies ordinance that is why it is being proposed within the House.

Madam Speaker: Alright, This bill is referred to the Committee on Law and Parliamentary Affairs.

Mr. Hasim Azeem: Point of order, Mam, the Bill should be put before the House for voting as it is a Government Bill.

اگر کسی نے debate کرنی ہے یا کسی کو کوئی reservation ہے وہ show کرئے اور Law Minister اس کا جواب دیں گے۔

Madam Speaker: I have given my ruling on that.

اسے کمیٹی review کر لے اور اس کے بعد اسے discuss کر لیں گے.because the contours are not clear.

محترمہ اشنا احمد صاحبہ private member Bill propose کرنا چاہ رہی ہیں۔

Miss Ushna Ahmed: Thank you Mam. Speaker. A Bill further to amend the Pakistan Penal Code that it is expedient to amend the Pakistan Penal Code for the purposes hereinafter appearing that is as follows:-

Madam Speaker, Sections 274, 275 of the Pakistan Penal Code deals with the manufacturing and selling of adulterated drug when the Sections 276 also relates to drug

لیکن جو سزائیں ہیں صرف Rs 3000 ہیں جب کہ ابھی 2012 میں جو پنجاب میں adulterated drugs کیا کیس ہو ا تھا اس میں تقریباً 120 سے زیادہ زندگیاں ضائع ہو گئیں، اس لیے ان سزاؤں کو بڑھانے کی ضرورت ہے اور اسے Rs. 3000/- سے Rs.30,000/- ہونا چاہیئے۔ شکریہ۔

محترمہ---: میڈم سپیکر! یہ define کر دیں کہ Rs.3000/- سے exactly Rs. 30,000/- میں ان کی کیا approach ہے تو it could be 25 or 20 یہ وہ figure define کر دیں کہ اس کیا وجوہات ہو سکتی ہیں۔

محترمہ اشنا احمد: میڈم! کوئی خاص figure such as تو نہیں ہے۔

معزز ممبر: اگر inflation rate کا حساب لگا لیں تو تقریباً اتنا ہی بنتا ہے اور یہ جا کر اس کی calculation کر لیں تو ان کو پتا چل جائے گا۔

جناب سراج میمن: میڈم! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں کہ جو ہمیں آرڈر آف دی ڈے دیا گیا تھا اس میں یہ بل موجود نہیں تھا۔

Madam Speaker: This was not there.

جناب سراج میمن: اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں اس کا context سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اس کا ہمیں بتایاجائے کہ کیا کیا تبدیلیاں آ رہی ہیں اور یہ کونسا بل ہے کیا یہ Ordinance ہے یا Act ہے۔

Madam Speaker: In the Orders of the Day as many as Bills are, they are without written context. The concerned member himself explains it.

Mr. Siraj Memon: It is very difficult to judge the language of the movers. Mam, highlight whether it is Drug Act or Ordinance because Acts and Ordinances on drugs had already been passed.

آپ کو پتا ہے drugs کا subject Health کو dealکرتا ہے تو کیا یہ Islamabad Territory پر applicable ہو رہا ہے یا یہ throughout the country ہو رہا ہے۔

میڈم سپیکر: جی محترمہ اشنا صاحبہ۔

محترمہ اشنا احمد: میڈم! پاکستان پینل کوڈ میں drugs کے بارے میں سزائیں موجود ہیں اور صرف ان کو enhance کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میڈم سپیکر: شکریہ ۔اس بل کو concerned Committee کو refer کرتے ہیں۔ جی محترمہ حسیب اختر چنڑ Private Members' Bill introduce کرنا چاہتی ہیں.that is about protection of human rights.

Mohterma Seep Akhtar Channer: It is to be introduced in the Youth Parliament of Pakistan. I actually wanted to come to the clauses:

1. Everyone who advocates or promotes genocide is guilty of uncompoundable offence (reading from the paper)

Madam Speaker: Let's suspend the rules of business now.

ہمارے ایک معزز ممبر کو کل سرٹیفیکیٹ پیش نہیں کیا گیا تھا، میں اپنے معزز سپیکر آف دی یوتھ پارلیمنٹ سے گزارش ہے کہ وہ آگے تشریف لائیں ۔ جناب اسامہ صاحب سے میری گزارش ہے کہ he should come forward and receive his acknowledging certificate.

Madam Speaker: Let's move back to our business again. Mohterma Seep Akhtar sahib you have defined the Bill.

Mohterma Seep Akhtar: Yes Mam.

Madam Speaker: Ok, let me refer this Bill to the concerned Committee.

Mr. Umar Riaz: Mam, I may interrupt you for a second. We have proposed a Government Bill and the Government Bill usually do not refer to the Committee that is not the custom of Youth Parliament. What I am trying to say that it was the will of the majority Party of the Parliament i.e. 2/3rd majority party of the Parliament, so I would humbly suggest that if anyone has the reservations, kindly explain what were the reservations. I am here to reply.

Madam Speaker: The thing is that we have time constraints and I cannot assume that that Bill needs lot of debates. So, therefore, I have referred it.

Mr. Umar Riaz: Mam, I think the contours are very much clear and this is not the will of the single person. This is the will of the party, which is expressing the 2/3rd majority of the Parliament but the Private Member Bill is the proposal of one person. I would suggest that the voting should take place right now.

Madam Speaker: Yes Tauseef sahib.

Mr. Tauseef: Madam Speaker, the pattern of the Bill is first of all presented to the Committee.

پہلے تو بات یہ ہے کہ انہوں نےتوپارٹی کو بھی نہیں بتایا لیکن ہم تو آنکھیں بند کر کے support کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کمیٹی کو refer نہیں کیا گیا۔ میڈم! یہ law making process ہے۔ یہ کوئی resolution and calling attention notice نہیں ہے کہ جس پر دس لوگوں نے بحث کی ہے اور بات ختم ہوگئی۔ میڈم سپیکر، یہ law making ہے، یہ public property بن جائے گا۔ وزیر صاحب کو اس کا پتا نہیں ہے۔ مہربانی کر کے اس میں احتیاط کی جائے۔

میڈم سپیکر: توصیف صاحب! سمجھ آ گئی ہے۔

Mr. Muhammad Umer Riaz: I would like to bring it into the kind attention of honourable member that kindly go through the rules of procedure. The rules of procedure are that the Bill is presented in the House by a concerned Member. If motion takes place and usually the Bill is referred to the concerned Committee but if the Minister in-charge moves the motion that the Bill should be directly voted upon then the sense of the House is judged if the majority wants…..

Mr. Tauseef Abbasi: Kindly mention that Article number.

Mr. Muhammad Umer Riaz: Mam, there is no Article number. I would like point it out that the honourable member who claims to know the rules does not know the difference between a rule and an Article. He always uses to refer to Article.

جناب تیمور شاہ: میڈم! یہاں چھ تا سات بلز پیش کیے گئے ہیں، گورنمنٹ کے سر پر کونسے سینگ لگے ہوئے کہ ان کی بات مان کر ابھی ووٹ لے لیا جائے۔

جناب اسامہ محمود: میڈم! اگر گورنمنٹ کے سرپر سینگ نہیں تو ان کے سرپر بھی کوئی سینگ نہیں، یہ ذرا الفاظ کا استعمال تو ٹھیک کریں۔

میڈم سپیکر: تیمور شاہ صاحب، مہربانی کر کے proper words کا استعمال کریں and you are not supposed to use derogatory words against anyone.

Mr. Tamur Shah: Madam, I am being interrupted by the Blue Party and they are cross talking to me. I am addressing to you.

Madam Speaker: But you are doing is also not correct.

Mr. Tamur Shah: Madam, I am addressing you because the Minister here is enforcing his will over the House.

Madam Speaker: Nobody is enforcing anything in this House.

Mr. Tamur Shah: This Bill is to be referred to the Committee and if the Minister wants vote on it, Ok, he can vote on it but the members of the Blue Party are saying that they don’t know about the Bill. The Minister is saying that the party is not moving the Bill and the Government is moving the Bill and this House wants the Bill to be referred to the Committee.

Madam Speaker: Thank you. Minister sahib, I have given my ruling on that

اگر ٹائم بچتا ہے تو I will definitely entertain that آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ اشنا صاحبہ اور تبریز صادق مری private members bill propose کرنا چاہتے ہیں that is related to Pakistan Army Act 1952. جناب تبریز صادق مری صاحب، نہیں تو محترم آپ move کر لیں۔

Miss Ushna Ahmed: A Bill further to amend the Pakistan Army Act 1952 whereas it is expedient further to amend the Pakistan Army Act, 1952 but the purposes hereinafter appearing is enacted as follows:

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم سپیکر: وہ بل پڑھ رہی ہیں تو آپ اس کے اوپر کیا point of order کر رہے ہیں۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم! اگر اس طرح پڑھنے دیا جائے تو یہ Youth Parliament کی ایک precedent بن جائے گی۔

Madam Speaker: It is not in the Orders of the Day, I am entertaining it.

کسی بھی بل کا کوئی content نہیں لکھا ہوا۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: پھر یہ rule بن جائے گا۔

میڈم سپیکر: میری permission کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا اور میں نے اس کی اجازت دی ہے۔ جی محترمہ آپ continue رکھیں۔

محترمہ اشنا احمد: میڈم! کل ہاؤس میں ایک resolution pass کی جائے گی کہ اب پارلیمنٹ کو اپنا right exercise کرنا چاہیےکہ وہ certain Army Act i.e. Military laws کو amend کریں۔ ہم نے یہاں پر ایک کوشش کی ہے کہ پاکستان آرمی ایکٹ کو amend کریں، کل تیمور شاہ صاحب یہ discussion کی تھی کہ 133 (b) کے اندر جس طرح آپ کو court martial کے اندر جو appeal دی جاتی ہے وہ وہی لوگ اور آفیسرز ہوتے ہیں اور کافی دفعہ برا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کے اندر کسی apex court کے elements لا سکیں، ان ججز کو یہاں اس tribunal کے اندر لا سکیں تاکہ court martial تو ہو جائے لیکن اگر وہ اپیل دائر کریں تو ان کو fair ruling ملے۔

Madam Speaker: Thank you. The Bill is referred to the concerned Committee. Is Shinwari here.

Mr. Siraj Memon: He is not here but I am acting as an Acting Chairman of the concerned Standing Committee.

Madam Speaker: OK. On behalf of Mr. Suleman Khan Shinwari sahib, Mr. Siraj Memon would like to present a report to the House. I request you to very brief. Don’t read all the contents of it, just the main points.

Mr. Siraj Memon: Madam, I would just describe the flaws discussed in the Committee and the recommendations.

Flaws in Judicial System of Pakistan ascertained by the Standing Committee of Law, Parliamentary Affairs and Human Rights.

Recommendations----

Madam Speaker: Thank you. It stands laid in the House. The Acting Chairman of the Standing Committee on Law, Parliamentary Affairs and Human Rights would like to present Committee report on low voter-turn out in Pakistan.

میں سراج میمن صاحب سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ رپورٹ ہاؤس میں پیش کرے۔ آپ رپورٹ کو پڑھ کر نہ سنائیں بلکہ اس کے main points explain کر دیں۔

جناب سراج میمن: میں میڈم یہ بتاناچاہوں گاکہ ابھی حال ہی میں 2008 میں جو elections ہوئے تھے اس میں ہماری voting کی total ratio 44% تھا یعنی جو turn out آیا تھا، ہاؤس نے اپنی کچھ سفارشات دی تھیں کہ کچھ ایسی recommendations کی جائیں جس کے through پاکستان کے لوگوں کو یہ احساس ہو کہ جو voting کا process ہے اس میں وہ شوق سے حصہ لیں تاکہ ہمارا جو parliamentary democratic system ہے وہ مزید مضبوط ہو سکے اور جو good governance ہے وہ اور بھی اچھی ہو سکے۔ ہاؤس کی چند recommendations آئی تھیں اور ان میں سب سے پہلے یہ تھا کہ جو compulsory voting ہے of 18 years کی اس کو لازمی اس طرح کیا جائے کہ جو interim government آئے گی وہ voters کو کچھ compensation provide کرے، کچھ incentives تاکہ لوگ polling stations پر آئیں اور اپنی manifesto کو دیکھتے ہوئے جو ان کی اپنی امن پسند پارٹی ہے جسے وہ ووٹ کرنا چاہتے ہیں وہ آکر ووٹ کریں۔

دوسری سفارش یہ تھی کہ voting کے حوالے سے campaigns چلائی جائیں اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ذریعے اور جو interim government ہو وہ رورل ایریاز اور اربن ایریاز میں اپنی campaigns چلائیں اور E-Media, Print Media and social media کو بھی اس میں استعمال کیا جائے۔ جہاں بھی پاکستان میں دیکھاجائے کے حالات خراب ہیں جیسے بلوچستان، فاٹا اور کراچی وغیرہ میں، یہ انتہائی حساس ایریاز ہیں اور یہاں پر لوگ ڈرتے ہیں، ان کو خوف ہوتا ہے کہ اگر voting کرنے جائیں گے تو اس میں ان کی جان چلے جانے کا خطرہ ہے، اس میں security کے issue کو بھی discuss کیا گیا تھا۔ آخری یہ point لیا گیا تھا کہ آج کل تو technology کا دورہے ، ہر طرف انٹرنیٹ کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ کمیٹی نے یہ سفارش کی تھی کہ Election Commission of Pakistan electronic vote کی طرف آ جائے اس کی باقاعدہ training, education وغیرہ دی جائے اور ابھی Election Commission of Pakistan کو اس process سے گزرنا چاہیے کہ E-voting ہو جائے۔ لہذا اس process کو باقاعدہ public میں لے کر آنا چاہیے۔

Madam Speaker: Right. The Bill stands laid in the House. Now Mr. Tauseef Abassi sahib, Chairman Standing Committee on Interior, Kashmir Affairs, GB and FATA would like to present Committee report on sectarian killing in GB and unrest in Karachi in interior Sindh. Yes, Mr. Tauseef Abassi sahib.

جناب توصیف عباسی: میڈم سپیکر! آپ کو پتا ہے کہ پچھلے عرصے میں ہمارے ہاں جو problems تھیں جیسے sectarian killings وغیرہ کے کافی issues وہاں GB میں رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری پانچ recommendations ہیں ایک تو وہاں پر local government کو financially, technically empower کیا جائے۔ دوسرا یہ ہے کہ Independent Judicial Commission سے جو وہاں killings ہوئی ہیں ان کی enquiry کرائی جائے، مسئلے کی تہہ تک پہنچنا چاہیے۔ 1988 سے جتنی بھی killings ہو رہی ہیں ان تمام کی پوری enquiry کی جائے ۔ تیسرا یہ ہے کہ وہاں کے جو religious leaders ہیں ان کو propagate کیا جائے کہ وہ love with humanity کے بارے میں لوگوں کو educate کریں۔ چوتھی بات ہم نے یہ suggest کی ہے کہ youth کو opportunities provide کی جائیں اور GB کے لوگوں کو healthy environment provide کی جائے تاکہ پاکستان کے باقی لوگوں کی طرح ان کو main stream کے دھارے میں لایا جا سکے۔ میڈم سپیکر! یہ جتنے بھی شر پسند عناصر ہیں جو terror پھیلاتے ہیں، ہماری اس سلسلے میں گورنمنٹ سے سفارش ہے کہ وہ harshly ان کے ساتھ deal کرے اور اس problem کو ختم کیا جائے۔ اس کے علاوہ جو ہماری کراچی کی رپورٹ ہے وہ اشنا نے بڑی محنت سے تیار کی ہے ، وہ بڑی مختصراً بیان فرمائیں گی۔

محترمہ اشنا احمد: میڈم سپیکر! کراچی کی unrest کے بارے میں ہم نے problems کو identify کرنے کی کوشش کی ہے کہ کون کون سی problems exist کر رہی ہیں۔ مثلاً street crimes, target killings, extortion, political wings of student organizations وغیرہ کا کتنا role اس ضمن میں ہے۔ اس کے علاوہ جو operations ہوتے ہیں، violence ہوتی ہے اس کو identify کیا ہے اور اس کی statistics collect کر رہے ہیں۔ میں اس

بارے میں چند recommendations دوں گی اور بنیادی طور پر یہ ہے کہ well paid depoliticized police ہو ، merit پر police based ہو اس کو کراچی کے اندر use کرنا چاہیے۔ پھر لوگوں کو کہیں کہ وہ ضرور FIR درج کروائیں جس قسم کا بھی street crime ہو ۔ اس وقت جو ہمارے پاس statistics ہیں وہ correct نہیں ہیں، یہ بہت vague ہیں اور اس کے اندر بڑے margins ہیں۔ لہذا کوئی بھی street crime ہو اس کے لیے FIR register کرانی چاہیے ۔ اسی طرح جو organizations wings political student ہیں انہیں promote کیا گیا ہے لیکن ان organizations کو politicize ہونے سے روکا گیا ہے اور student unions political affiliation کے اندر نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ کراچی کی deweaponization ہے ۔ ملٹری کو ہم نے وہاں لگایا ہے لیکن ملٹری کو temporary solution کے لیے use کیا جائے یعنی فوری جو مسائل ہیں ان کو روکنے کے لیے تاکہ ان کا permanent solution معلوم کیا جا سکے۔ ہماری یہ سفارش ہے کہ long term solution کے لیے ملٹری کو propose نہیں کیا گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ rangers and police کو refine کر کے انہیں کو use کیا جائے۔ جو پولیٹکل پارٹیز ہیں جو کراچی کے stakeholders ہیں ان کو dialogue کرنے کی ضرورت ہے، وہ ایک پلیٹ فارم پر آئیں اور dialogue کریں، آخر ان کو شہر کے اندر امن قائم کرنا ہے بلکہ پورے ملک کے لیے کرنی ہے۔ اس بارے میں ان کے درمیان dialogue کرانے کی ضرورت ہے۔ بہرحال اس سفارش برائے deweaponization and dialogue ہے۔ شکریہ۔

Madam Speaker: Now the report stands laid in the House. Mr. Hamad Malik sahib, want to present report of the Special Committee on energy crisis.

جناب محمد حماد ملک: جناب والا! پہلے سیشن میں ایک resolution put کی گئی جس کے response میں کمیٹی energy crisis پر بنائی گئی۔ یہ ایک سپیشل کمیٹی تھی ہم نے پانچ formal meetings کیں اور اس کے علاوہ کئی informal meetings بھی کیں۔ ہماری meeting with Dr. Samar Mubarak Mund سے تھی جو کہ Planning Commission کے چیئرمین ہیں۔ دوسری ہم نے میٹنگ ڈاکٹر مرزا صمد بیگ Joint Director, Thar Coal underground Investigation project سے کی۔ شمس الملک جو واپڈا کے ex-Chairman تھے اور اس کے بعد ڈاکٹر محمد سرورwho is Executive Director in Pakistan Building Energy Private Limited in Karachi سے میٹنگ کی۔ جناب والا! اس کی بنیاد پر ہم نے ایک رپورٹ بنائی۔

میڈم سپیکر: ملک صاحب اگر اپنی سفارشات بتا دیں تو بہتر ہو گا۔

جناب محمد حماد ملک: میں تو معزز ممبران کا شکریہ کرنا چاہوں گا جنہوں نے اس کمیٹی میں نہ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے ساتھ دیا۔ علوینہ رؤف صاحبہ، حسن اشرف عامر طوری ، فہد مظہر علی ان لوگوں نے ہمارا out of the way ہمارا ساتھ دیا اور یہ ہماری meetings میں شامل ہوئے۔ اب میڈم! میں directly recommendations کی طرف آؤں گا۔

The following are the recommendations put by me as I am the fellow member of the Committee:

i) we initiated on priority basis to solve the biggest most important problem of the energy crisis.

ii) To overcome the problem on urgent basis electricity from the neighbouring countries can be utilized and during this period certain measures should be adopted to generate more energy in Pakistan.

iii) Removing the circular debt of WAPDA, PEPCO, this requires a lot of investment to be put in WAPDA for the purchase of oil. However, with the current financial condition of the Government this step cannot be taken. A proposed solution in giving electricity in credit to the Industries as well as Government is impossible.

iv) Assuring the payment of dues by the government departments and agencies, this will require moral courage on the part of government but the payment of outstanding dues by the government agencies is important for removing the circular debt on WAPDA.

v) The Bill should be paid on regularly basis so that no shortfall from the thermal power sector should be uncounted. Improvement and efficiency of various thermal power projects is necessary. This is very important for utilizing the installed capacity of the national grid. The investment required for this section must be taken from the private sector also. The mega projects such as big dams must be started on priority basis and federal government should initiate funds for that. The funds allocation by the federal government are not large enough for the mega projects so government should invite international funding agencies for this and for this purpose the improvement of debt and GDP ratio is required which should be done. The funds allocated for solving energy crisis should be used for the rehabilitation of thermal power units, establishment of small medium and other different size hydropower plants. Along with big dams..

Madam Speaker: Malik sahib, please don't read all the points, only tell us the most important points.

کیونکہ رپورٹ صرف lay کی جاتی ہے۔

Malik Muhammad Hamad: I will just a minute more. Government should take all the provinces on board to solve the issue of Kalabagh Dam. Alternative energy of the conventional means like coal etc., should also be used. The government should also enhance partnership like the trade partners like China to establish photo electric cell industries in Pakistan. The electricity for agriculture sector can be provided by covering irrigation canals with sort of panels. For this purpose investment can be generated from the agriculture sector. Immediate funding must be done for the completion Thar Coal Project. In Northern

Areas private sector must be encouraged for installation of turbines on high energy stream to overcome the problem of energy locally. The Air corridor of Gwadar must be utilized. Industries that consume 32% of our electricity should use the energy conservation system. Industrialists and new investors must consider the energy sector as good investment.

میڈم سپیکر: ملک صاحب بہت شکریہ۔

The report stands laid in the House. We have another report which is not in the Orders of the Day and it will be presented by Mr. Rehan Dishti, a member from a Special Committee on Balochistan.

دشتی صاحب آپ خالی way forward بتائیں کہ وہ کیا ہے۔

جناب ریحان دشتی: میں سفارشات مختصراً پڑھ کر بتا دیتا ہوں۔

(لکھی ہوئی پڑھی گئیں)

Madam Speaker: The report stands laid in the House. Standing Committee on IT and Telecommunication would like to move the following resolution.

Mr. Umair Najum: The House is of the opinion that the prepaid SIM are vital and reasonable option for communication for citizens of Pakistan to improve ban on the prepaid SIM will not only create more frustration in the people but will add a huge economic loss to the telecom sector of Pakistan which is in fact one of the fastest going sector. However, the SIM issuance process to curb the terrorists activities.

میڈم سپیکر! ٹیلی کام سیکٹر پاکستان کا ایک اہم سیکٹر ہے لیکن موجودہ گورنمنٹ کی policies کی وجہ سے ٹیلی کام سیکٹر مشکل مراحل سے گزر رہا ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ نے ایک ایسی statement دی جس کی وجہ سے پوری دنیا دنگ رہ گئی کہ پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک اپنے ملک میں prepaid SIMs کو block کرنے جا رہا ہے۔ جب ہم نے Standing Committee کے توسط سے ٹیلی کام اپریٹر سے بات کی تو وہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح کا کوئی اگر venture کرے تو وہ کوئی پاگل شخص ہی ہو گا۔ اس کے علاوہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں 118 million mobile phones subscribers ہیں جس میں سے hardly one million post paid subscribers ہیں۔ اگر ہم pre-paid SIMs کو ختم کر دیں تو صرف one million post paid subscribers رہ جائیں گے جس کی وجہ سے ہماری ٹیلی کام انڈسٹری کا slaughter ہو جائے گا۔ یہ پاکستان کے لیے کسی بھی صورت میں سودمند نہیں ہے۔ اس طرح کسی بھی ملک کی پالیسی میں یہ نہیں ہوتا کہ اگر ان کو کسی بھی چیز سے خطرات لاحق ہیں تو اس چیز کو بند کر دیں بلکہ اس طرح کی strategies بنانی چاہییں کہ SIMs کی issuance اور registration اتنی transparent ہونی چاہیے تاکہ غلط افراد اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور terrorists activities کو مزید promote نہ کیا جا سکے۔ مزید براں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہماری گورنمنٹ کو چاہیےکہ packages کے rates کو وہ دیکھے۔ اس کے علاوہ ہماری گورنمنٹ کا جو اقدام عید کے موقع پر تھا کہ prepaid

stone age کو بند کر دینا یہ نہایت غیر دانشمندانہ اقدام تھا جس کی وجہ سے پاکستان SIMs and post paid SIMs کے اندر داخل ہو گیا۔ اس صورتحال کو ہم بہتر طور پر بھی حل کر سکتے ہیں اور گورنمنٹ کو alternative solutions کی طرف جانا چاہیےنہ کہ غیر دانشمندانہ اقدامات کو promote کیا جائے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: محترم قائد اختلاف۔

جناب تبریز صادق مری: میڈم سپیکر! اس پر گورنمنٹ کی ایک statement بھی دو ہفتے پہلے آ چکی ہے ، انہوں نےclearly کہہ دیا ہے کہ they are not blocking pre-paid SIMs anymore دوسری بات یہ ہے this resolution is very good but not timely anymore کیوں اگر اس پر statement already آ چکی ہے تو میرے خیال میں اس پر بحث کرانے کی کوئی reason نہیں بنتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس قسم کی resolution بھی put forward کی گئی تھی جو کہ unfortunately آ نہیں سکی کہ جس طرح جو supplementary advertisements ہیں جو کہ خاص کر ٹیلیفون یا mobile packages جن میں بہت زیادہ sublimation کا استعمال کیا جا رہا ہے کہ night packages ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ youth کو رات بارہ سے سات تک کا کیوں package چاہیے۔

جناب عمیر نجم: میم میں point of order پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

میڈم سپیکر: جب قائد اختلاف بات کر رہے ہوں تو مہربانی کر کے point of order raise نہ کیا کریں اور آپ کو اس کے بعد ٹائم مل جائے گا۔

Mr. Tabraize Sadiq Murri: Madam Speaker, this resolution is very good and very well drafted

لیکن اس بارے میں گورنمنٹ کی پالیسی پہلے ہی آ چکی ہے تو I think either we should directly put it for vote or we should expunge it whatever you think better.

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی عمیر نجم صاحب۔

جناب عمیر نجم : اگر قائد حز ب اختلاف کے مطابق ایسی صورتحال ہے تو یہ ایک اچھا way forward ہے لیکن جہاں تک ہماری information ہے، ابھی اس طرح کی legal advertisement from Government نہیں کی گئی۔

جناب تبریز صادق: یہ کام IT Minister کے تحت ہوتا ہے اور یہ Ministry of Information کی طرف سے نہیں ہوتا اور یہ ہر جگہ ہو چکا ہے۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔

معزز ممبر: میڈم میں point of order پر بات کر رہا ہوں۔ جس موضوع پر resolution لائی گئی ہے اس پر already government کی طرف سے statement آ چکی ہے ۔ اس کو define کیا جا چکا ہے۔ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ مسئلہ ابھی باقی ہے جس پر ہم اپنا time waste کر رہے ہیں۔

Madam Speaker: Let me put this resolution before the House for voting.

(The resolution was adopted)

Madam Speaker: Consequently the resolution is adopted.

جناب محمد عمر ریاض: میڈم سپیکر! میں معذرت خواہ ہوں کہ میں ایک بار پھر مداخلت کا باعث بنالیکن میڈم میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایک ruling دی ہے بلا شبہ ہمیں اس کا بہت احترام ہے اور بلاشبہ اس کو متعلقہ کمیٹی کو refer کر دیا جائے لیکن میں اس ایوان کے سامنے ایک بڑا اہم مسئلہ لانا چاہتا ہوں کہ بحث کے دوران چند غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کیے گئے جن سے میں بہت hurt ہوا اور پوری کابینہ نے یہ مشاورت سے فیصلہ کیا ہے کہ ہم بہت hurt ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے جو Bills پیش کیے ہیں those are the maximum number of Bills ever produced in the history of the Youth Parliament لیکن میرے کھڑے ہونے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسے refer نہ کیا جائے۔ میڈم! بلاشبہ اس کو refer کر دیا گیا ہے اور ہمیں اس کا بڑا احترام ہے اور بلاشبہ اس ruling کو واپس نہیں لینا چاہیے لیکن وہ معزز ممبرز جنہوں نے غیرپارلیمانی الفاظ کا استعمال کیا وہ بلاشبہ ناقابل برداشت ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ نہ صرف اس ایوان کی کارروائی سے حذف کیا جائے بلکہ انہیں اپنے الفاظ پر معافی مانگنے کی درخواست کی جائے۔

میڈم سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر جو تیمور شاہ صاحب نے الفاظ استعمال کیے تھے آپ اس کی بات کر رہے ہیں۔

جناب تیمور شاہ: یہ غالباً میرے ہی الفاظ کی بات کر رہے ہیں۔ مجھے تو بہت افسوس ہے کہ میں نے غیرپارلیمانی الفاظ استعمال کیے کیوں کہ ڈکشنری تو ان کے پاس ہے۔

Madam Speaker: I did mention then only do that. Please don’t use derogatory remarks.

جناب تیمور شاہ: مجھے یہ بتا دیا جائے کہ پارلیمانی الفاظ کونسے ہیں اور غیر پارلیمانی الفاظ کونسے ہیں تاکہ میں آئندہ discriminate کر سکوں ۔ میں ایک آخری بات کروں گا کہ بڑی جذباتیت کا یہاں مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور میری اس ایوان سے گزارش ہے اور اس ایوان سے بھی گزارش ہے اس کو voting کے لیے کرا لیا جائے ، سارے جو اس کے خلاف ہیں اس کا ذرا پتا چل جائے۔

میڈم سپیکر: تیمور شاہ صاحب ، آپ کے مشوروں کا شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد عمر ریاض: میں بھی چاہتا ہوں کہ اس پر voting نہ کرائی جائے اور اسے Standing Committee on Law and Parliamentary کو refer کر دیا گیا ہے لیکن یہ کہتے تو ٹھیک ہے

that he does not know about the Parliamentary and the non-parliamentary language and at present who does not know the difference between the parliamentary and non parliamentary language does not deserve to be the member of Youth Parliament.

میڈم سپیکر: آپ دونوں سے گزارش ہے کہ تشریف رکھیں۔

Mr. Muhammad Umer Riaz: Let me produce my point. Madam, when I raise the first point of order, I used the very humble word. I used I humbly request this House..

میڈم سپیکر: وزیر صاحب ! آپ کی بات سے میں اتفاق کرتی ہوں کہ انہوں نے الفاظ استعمال کیے تھے I did say that the words which he used were derogatory. So, ان الفاظوں کو ایوان کی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب محمد عمر ریاض: میڈم! معذرت کی درخواست بھی کی گئی تھی۔

میڈم سپیکر: وہ مان ہی نہیں رہے کہ انہوں نے کچھ کیا ہے۔

جناب تیمور شاہ: میڈم! مجھے Rules of Procedure میں دکھا دیا جائے جہاں لکھا ہے ، میں نے گورنمنٹ کا نام لیا ہے، میں نے personally کسی کو یہ نہیں کہا، کسی کی تضحیک اس لیے نہیں کی، نہ ہی کسی کو embarrass کیا ہے کوئی لفظ کہہ کر جو غیرپارلیمانی الفاظ ہوں یہاں پر اور بھی الفاظ کہے گئے۔ یہ دکھاتے کھبی ہیں اور مارتے سجی ہیں۔ یہ جو خود الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال میم! یہ آپ کی discretion ہے ، آپ اس کو expunge کر دیں، I will accept that.

Madam Speaker: I have expunged those words, please sit down. Now Amir Abass Tori sahib, Mohterma Alveena Rauf sahiba, Mr. Suleman Khan Shinvari and Mohterma Anam Saeed sahib they wanted to present a resolution. Yes, Amir Tori sahib.

Mr. Aamir Abass Tori: Thank you Madam, this House is moving a resolution to condemn the sectarian violence in the country in which scores of innocent lives are lost. We remind the government to arrest the perpetrators of this heinous crime and take immediate measure to stop the genocide of the innocent Shia Muslims in the country.

میڈم سپیکر! سب سے پہلے تو میں ایوان کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہوں گا کہ یہ انتہائی سنجیدہ گفتگو ہو گی اور ان کی بحث بھی قابل قدر ہو گی ۔ گفتگو کرنے سے پہلے ہمیں پٹھان، بلوچ، پنجابی بن کر نہیں بلکہ

پاکستانی بن کر اور کسی ایک فرقے کا بن کر نہیں بلکہ مسلمان بن کر اس پر بحث کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک مثبت بحث ہو گی اور تنقید برائے اصلاح ہو گی اور ہمیں تنقید برائے تنقید سے گریز کرنا چاہیے۔ میڈم سپیکر صاحبہ! ایک خاص سوچ کے تحت اور ایک خاص سازش کے تحت پاکستان کے اندر فرقہ وارانہ تعصب کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا credit ضیاء الحق کے مارشل لاء کو جاتا ہے کہ انہوں نے ایک خاص سوچ اور سازش کے ساتھ شروع کروایا تھا اور اس کے بعد ہم دیکھتے رہے کہ کس طریقے کے ساتھ اہلسنت کے علماء کو شہید کیا گیا، بریلوی علماء کو شہید کیا گیا، شیعہ علماء اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ان scholars and doctors کو جو کہ ہمارے ملک کے سپوت ہیں ان کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ حکومت چاہیے کسی کی بھی پارٹی کی ہو اس کی طرف سے ایک statement آ جاتی ہے کہ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کے بعد خاموشی ہو جاتی ہے۔ سپیکر صاحبہ! ہم کافی خون کی ہولی کھیل چکے ہیں اس فرقہ وارانہ تعصب اور نفرت میں۔ مسئلہ یہ بن جاتا ہے کہ ہم لوگ personal ہو جاتے ہیں، ہم مسئلے کی نوعیت کو چھوڑ کر بہت دور بھاگ جاتے ہیں۔ اگر ہم sectarian killings کی بات کرتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ اس فردکا کسی فرقے سے تعلق ہے۔

میڈم صاحبہ! آپ دیکھیں کہ شمالی علاقات جات میں کیا ہو رہا ہے، کیا بلوچستان میں ہو رہا ہے، کراچی کے اندر کیا ہو رہا ہے روزانہ sectarian بنیادوں کے اوپر لوگوں کو شہید کیا جاتا ہے ۔ کچھ outfits ہیں ان پر پابندی لگائی گئی اور بارہا یہ ensure کروایا گیا کہ یہ وہ تنظمیں ہیں، شرپسند عناصر ہیں جن کے terrorists' wings ہیں، ان پر پابندیاں لگادی گئیں، فیصلے سنا دیے گئے، سو سو مظلوم پاکستانیوں کے قاتل آج بھی دندناتے پھر رہے ہیں، وہ حوالات سے بھاگ جاتے ہیں، تالے ٹوٹتے نہیں ہیں، سلاخیں ٹوٹتی نہیں ہیں، مجرم راتوں رات فرار ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایک ڈی ایس پی کا ٹرانسفر کر دیا جاتا ہے، انٹریئر منسٹر کی اس پر statement آ جاتی ہے ۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا way forward کیا ہے ۔ میں اپنی بات کو conclude کرنا چاہتا ہوں اور دل میں یہی التجا ہے کہ جو ارباب اقتدار ہیں اور مجھے سپیکر صاحبہ کہنے دیجیےکہ جو نام نہاد آزاد عدلیہ ہے اس کی نظر میں priorities کیا ہیں۔ پاکستان کا اس وقت ایک بہت بڑا مسئلہ ہےکہ terrorism and extremism ہے اور اس کے اندر sectarian cleansing سب سے top پر ہے لیکن آج مجھے بدقسمتی سے کہنا پڑ رہا ہے کہ کسی بھی سپریم کورٹ، ہائی کورٹ اور سیشن کورٹ نے کوئی ایسا نوٹس نہیں لیا ، بہت سارے missing persons اور بہت سارے issues کے بعد اب سپریم کورٹ کی طرف سے ایک فیصلہ آیا ہے اور اس کے اوپر میں تھوڑا سا ہٹ کر جیسے میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جو blasphemy law والا مسئلہ تھا ، ہم لوگ دہرے معیارات کو نہیں چھوڑتے، ہم جب تک دہرے معیار کو نہیں چھوڑیں گے ۔

میڈم سپیکر: طوری صاحب! آپ صرف resolution پر بات کریں۔

جناب عامر عباس طوری: ٹھیک ہے جی۔ اس وقت تک اس مسئلے کا حل نہیں نکلے گا۔ اس کے لیے میں یہی کہوں گا کہ بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ خدا انہیں توفیق دے کہ ہم شیعہ یا سنی بن کر نہیں ایک بلوچ ، پٹھان بن کر نہیں، ایک سچے پاکستانی بن کر اگر ہم اس کے بارے میں سوچیں اور ارباب اقتدار سے جو ایوانوں کے اندر بیٹھے ہیں اگر وہ سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلے کو سمجھیں کہ sectarian cleansing کا حل کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مسئلے حل ہوں گے ۔ شاعر کیا خوب اس بارے میں کہتا ہے کہ

عجیب تیری سیاست عجیب تیرا نظامحسین سے بھی مراسم یزید کو بھی سلام

شکریہ سپیکر صاحبہ۔

میڈم سپیکر: محترمہ الوینہ رؤف صاحبہ۔

محترمہ الوینہ رؤف: میڈم سپیکر! اس پر پہلے بھی ایک calling attention notice لایا گیا ہے اور اس بارے میں report بھی پڑھی گئی ہے۔ میں اس بارے میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ جو گلگت بلتستان کی گورنمنٹ ہے یا جس کو defecto state کیا درجہ دیا گیا ہے، ان کے گورنر اور چیف منسٹر کو پروٹوکول کے علاوہ ان کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ وہاں کے religious leaders کے پاس اور کچھ نہیں ہے سوائے پروٹوکول کے۔ وہاں کے کورٹس اتنے فعال نہیں ہیں، اتنے functional نہیں ہیں کہ جو cases وہاں ہوتے ہیں اور جو سانحہ اور واقعات ہوتے ہیں ان پر کوئی suo moto action لیا جا سکے۔ میں صرف یہ کہوں گی کہ وہاں صرف شیعہ نہیں مرتے، وہاں صرف شیعوں کو ٹارگٹ نہیں کیا جاتا ، وہاں سنی بھی مرتے ہیں بلکہ میں کہوں گی کہ وہاں مسلمان مرتے ہیں اور بیگناہ قتل و غارت ہوتی ہے لیکن ہم نے اس میں sect کا نام اس لیے mention کیا کہ جن کی بہت killings ہوتی ہیں وہ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔

میں گورنمنٹ کو یوتھ پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم سے التجا کرنا چاہوں گی کہ جو بھی NGOs اور جس قسم کے بھی لوگ گلگت بلتستان کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں یا گلگت بلتستان میں آنا چاہتے ہیں، گلگت بلتستان کے ایریا کو کوئی اس طرح کی force دیں کہ جو ان کو رجسٹر کریں، جو ان لوگوں کو پوچھیں کہ وہ وہاں جاسوسی کرنے آتے ہیں یا سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ اس کے ساتھ جو لوکل گورنمنٹ ہے ان کو بھی strong کیا جائے اور پروٹوکول کے علاوہ جو ان کی responsibilities بنتی ہیں وہ بھی ان کو دی جائیں تاکہ ہمارا جو educational system ہے ، وہ لوگ جو اپنا daily کاروبار چلاتے ہیں، جو offices میں ہوتے ہیں، وہ اپنی روزمرہ کی جو زندگی ہے اس کو بحال رکھیں اور اپنی فیملی کے لیے روزی اور روٹی کما سکیں اور اس ریجن میں peace کے ساتھ رہیں۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی سلیمان شنواری صاحب۔ نہیں ہیں، انعم صاحبہ، وہ بھی نہیں ہیں ، جناب محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہ بہت اہم موضوع ہے جس پر توجہ دلائی گئی ہے اور ہماری جتنی بھی left bodies ہیں وہ سیاسی طور پر اس target killing کو استعمال کر رہی ہیں۔ اس میں جو ایک way forward ہے وہ سب مکتبہ فکر کے لیے ہے کہ وہ برداشت پیدا کریں۔ اس وقت مذہب جو اس وقت سب سے بڑا ہے وہ Christianity ہے اس کے اندر more than 200 sects ہیں جس میں Catholics and protestants جو ہیں وہ بڑے ہیں لیکن ہم نے کبھی پچھل سو سال میں بھی نہیں دیکھا کہ ان کے درمیان کبھی لڑائی اور اس طرح کی کبھی بات ہوئی ہو۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے لیے ,honour, respect tolerance and different schools of thoughts کے لیے عزت ہے۔ میڈیا اس میں سب سے زیادہ اہم کردار ادار کر سکتا ہے کہ وہ مختلف فکر کے لوگوں کے لیے برداشت اور honour کی فضا کو ہموار کرے اور ہماری جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں، اس وقت رولنگ پارٹی یا تقریباً گورنمنٹ میں 27 ruling partners ہیں ان کے سامنے کبھی بھی ایسی چیز قرار داد یا تحریک کی شکل میں سامنے نہیں آتی کہ وہ مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں کے لیے برداشت کا عنصر لا سکیں، وہ صرف اس کو سیاسی بنیادوں کے لیے استعمال کرتے ہیں، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ملک سے باہر جو استعماری طاقتیں ہیں وہ بھی اس کو استعمال کرتی ہیں ، خاص طور پر ہم نے عراق میں دیکھا کہ سنی ، شیعہ کے فساد ہو رہے ہیں ، اس سے پہلے کبھی یہ نظر نہیں آیا لیکن عراق کے اندر بھی اس چیز کو portray کیا گیا ہے ۔ یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ خاص طور پر developing countries کے اندر کہ وہ ہمیشہ مذہبی چیزوں کو ہوا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے ہر طرف extremism بڑھتی ہے۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی علی رضا صاحب۔

جناب علی رضا: شکریہ میڈم سپیکر۔ اس قرارداد پر کافی بحث ہو چکی ہے ، کافی way forward present کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن آج پارلیمنٹ کے آخری دن یہ لگتا ہے کہ مارگلہ ہوٹل پر ایک شیشہ کا مرتبان ہے اور ہم اس میں بیٹھنے والے چیخیں مار رہے ہیں ، اللہ کرے ہماری آوازیں باہر تک پہنچ سکیں۔ شیعہ killings پر اور sectarian killings پر بہت کچھ کہا گیا ہے ، اس کے جو حقائق ہیں وہ بہت زیادہ clear ہیں ، اس میں مجھے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی کراچی میں اس کو political اور لسانی یا کسی اور رنگ میں لا کر اس دیکھنا چاہتا ہے تو وہ بہت خوشی سے اس کو دیکھتا رہے لیکن گلگت میں جو ہو رہا ہے وہاں پر تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پر گلگتیوں کو مارا جا رہا ہے ، وہاں پر خاص sects سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو مارا جا رہا ہے۔ اسی طرح کوئٹہ میں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہزارہ قبیلے کو مارا جا رہا ہے، ہزارہ میں ایک خاص sect کے لوگوں کو مارا جا رہا ہے۔ ڈی آئی خان میں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ سرائیکیوں کو مارا جا رہا ہے لیکن خاص sect کے لوگوں کو مارا گیا ہے۔ اسی طرح پشاور میں جن لوگوں کو مارا گیا ہے ان کو اس لیے نہیں مارا گیا ہے کہ وہ پشاور والے تھے ان کو اس لیے مارا گیا ہے کہ ان کا تعلق ایک خاص sect سے تھا اور اس میں کوئی discrimination نہیں ہے، رکشے والے سے لے کر مستری تک، ڈاکٹر اور انجنیئر سے لے کر ہر بڑے آفیسر کو مارنے تک کسی کو چھوڑا نہیں گیا۔

میں اب way forward کی طرف ضرور آنا چاہوں گا لیکن میں عتیق کی بات کو ذرا second کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جو under developed nations ہیں یا جو developing nations ہیں ان میں اس factor کو بہت utilize کیا گیا ہے اور باہر کی جو agencies ہیں وہ اسی factor کو سب سے زیادہ use کرتی ہیں۔ ہم لوگوں نے عراق میں دیکھا، ابھی شام میں یہ مسئلہ چل رہا ہے، بحرین میں یہی مسئلہ چل رہا ہے، لبنان کا مسئلہ آپ کے سامنے چل رہا ہے، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جس کو آپ neglect نہیں کر سکتے۔ البتہ پاکستان کے context میں اس کو تھوڑا سا change کرنا پڑے گا چونکہ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہماری قوم کے آنے والی جو generation ہے ، ہمارے جو بچے ہیں، ان کو رام کا پتا ہے، ان کو سیتا کاپتا ہے ، ان کو گن پتی بابا کا پتا ہے لیکن جب آپ ان کے سامنے حضرت علی رحمۃ اللہ کے بارے میں کچھ کہیں، یا ان کے سامنے یا حسین کے بارے میں کچھ کہیں تو ان کو وہ مشرک ، کافر اور منافق اور پتا نہیں کیا کچھ ان کو نظر آ جاتا ہے۔ یہ بہت لمحہ فکریہ ہے جس کے بارے میں آپ کو سوچنا ہو گاکہ آپ کے بچے ایسی چیزیں ضرور دیکھتے ہیں، وہ سارا دن بیٹھ کر وہ چینل پر وہ چیزیں ضرور دیکھتے ہیں وہ ان کو کافر نظر نہیں آتا وہ ان کو کافر نظر نہیں آتا لیکن اپنے اسلامی شاعر ، آپ کے کلچر کی ایک جو چیز چل رہی تھی ان کو آپ کافر اور آپ کو پتا نہیں کیا کیا مشرک نظر آنا شروع ہو گیا۔ میں اس میں way forward کی طرف آنا چاہ رہا ہوں۔ اس میں یہ ہے کہ آپ کو اپنے madersas آپ کی جو factories ہیں، تباہی کی جو سب سے بڑی فیکٹری ہے وہ آپ کے madersas ہیں ان کو آپ نے رجسٹر کرانا ہو گا۔ مدرسوں کی registration کے لیے پہلی بار آپ رجسٹر کرائیں گے اور پھر ایسی regulatory body بنائیں گے جیسے کہ medical and dental council type کی ایک باڈی ہے جو ہر ایک کو observe کرتی ہے ، چیک کرتی ہے ، اسی طریقے سے مدرسوں کی ایک regulatory authority ہونی چاہیے جو فعال ہو۔

Mr. Hamad Malik: I am on a point of clarification.

وفاق المدارس یہی اتھارٹی ہے اور سارے مدارس اس کے through registered ہیں۔پاکستان میں اس وقت ساڑھے تیرہ ہزار ادارے registered ہیں۔ اس وقت پاکستان میں ساڑھے تیرہ ہزار مدرسے وفاق المدارس سے رجسٹرڈ ہیں۔

جناب علی رضا: حماد ملک صاحب! میں بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر وفاق المدارس کے ساتھ اتنے رجسٹرڈ ہوتے تو آپ کے پاس کوئٹہ اور فاٹا میں جو ہر روز مدرسے بن رہے ہیں وہاں سے suicide bombers پیدا نہ ہو رہے ہوتے۔ اگر میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں، آپ ایسے banned outfits کی support میں ہمیشہ مت کھڑے ہوا کریں۔

میڈم سپیکر: ہر ایک کی اپنی رائے ہوتی ہے اس کا احترام کرنا چاہیے۔ آپ مشورے نہ دیں انہوں نے صرف اپنی opinion دی ہے۔

جناب علی رضا: میڈم! ایسے مدرسے جو جنگی مدرسے ہیں جن میں ایسی چیزوں کو promote کیا جا رہا ہے اور ہماری intelligence کے ادارے اس سے بڑی اچھی طرح واقف ہیں کہ مدرسے کہاں پر ہیں۔ پاشا صاحب جنہوں نے ہمیں ایک ورک شاپ دی تھی انہوں نے اپنے آرٹیکل میں بڑا اچھا mention کیا تھاکہ کتنے مدرسے کس کے under چل رہے ہیں۔ ایسے تمام جنگی مدرسے ان کو ban کر دینا چاہیے۔ اس میں کوئی discrimination نہیں ہونی چاہیےکہ وہ شیعہ ہے، چاہے وہ سنی ہے، دیوبندی ہے کوئی بھی مدرسہ ہےاگر وہ ان چیزوں میں شامل ہیں تو ان کو آپ بند کر دیں۔ اسی طرح جو controversial leaders ہیں چاہے وہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی sects سے تعلق رکھتے ہیں، چاہے وہ ملک اسحاق ہیں، چاہے وہ کسی اور تنظیم کے بندے ہیں they should be sent to exile انھیں ban نہیں کرنے چاہیے، ان کو آپ جلا وطن کر دیں، ان کی شاید پاکستان کو اتنی ضرورت نہیں ہے، اس کے علاوہ پی ٹی اے جو کہ ایک اور regulatory authority ہے جو کہ یو ٹیوب کو اور ہر چیز کو بلاک کر سکتا، آپ لشکر جھنگوی کی ویب سائٹ بلاک نہیں کر سکتے تو آپ کس قسم کر regulatory authority بنا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جو سب سے ضروری بات ہے، آپ کا اسلامیات کا سلیبس، ابھی جو tolerance کی بات کی گئی ہے، tolerance تبھی آئے گی کہ جب آپ کی آنے والی نسل کو بتایا جائے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی کو وہ لیبل کرے کہ یہ کافر ہے، یہ مسلمان ہے۔ یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ آپ کسی کو کافر declare کرنا شروع کر دیتے۔ میڈم سپیکر! کچھ باتیں serious ہوتی ہیں وہ کرنی پڑتی ہیں۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ اس ایوان میں جو باتیں discuss ہوتی ہیں وہ ساری serious نوعیت کی ہوتی ہیں۔ ٹھیک ہے آپ کے پاس صرف ایک منٹ اور ہے۔

جناب علی رضا: سب سے important point یہ ہے کہ آپ کے جو counter intelligence کے ادارے ہیں جس طرح آئی ایس آئی کا ادارہ ہے، اسی طرح جو ادارے حاضر سروس آفیسرز ہیں ان کی جس طرح ACR تشکیل دی جاتی ہےان کے بارے میں مجھے serious reservations ہیں، ایسے تمام لوگ کہ جن کی کوئی affiliation کسی religious party کے ساتھ ہےان کو ایسے تھانوں میں، ایسی فورسز میں جگہ نہیں دینی چاہیے، یہ سب سے زیادہ تباہی کی وجہ ہے۔ جس طرح انہوں نے میجر مجید کی بات کی تھی یا قادری صاحب کی بات تھی جنہوں نے سلیمان تاثیر کو شہید کیا تھا، ان سب لوگوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ لاوا بننا چاہیے، روڈ سیفٹی کو پروموٹ کرنا چاہیے، آپ کے روڈ سیف نہیں ہیں، کچھ عرصہ پہلے بہت ہی tragic event ہوا تھا میں شیعہ سنی کی بات نہیں کر رہا لیکن سندھ میں ایک بس جا رہی تھی جنہوں نے پوچھا کہ آپ سندھی ہیں یا نہیں ہیں اور اس بنیاد پر 13 لوگوں کو قتل کیا گیا تھا جو کہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔ اسی طرح طریقے سے آپ کی بسوں سے لوگوں کو اتار کر ذبح کیا جاتا ہے، مار دیا جاتا ہے، شہید کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح چلاس روڈ ہے، پارہ چنار روڈ ہے ان کی سیفٹی کو ensure کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: جناب عمر رضا صاحب۔

جناب عمر رضا: میڈم، آج سے پہلے میں نے ہاؤس کا زیادہ ٹائم نہیں لیااس لیے مہربانی کر کے مجھے تھوڑا سا زیادہ ٹام دیاجائے۔ سب سے پہلے میں اپنی بات کا آغاز ایک شعر سے کروں گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی بانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے تاب خاک کاشغر

میڈم! میں کچھ باتیں clear کر دینا چاہتا ہوں کہ یہاں پر شیعہ پر سنی فسادات کی بات کی جاتی ہے تو سنیوں کے دو گروپس ہیں، اہلسنت ول جماعت اور اہل سنت بل جماعت۔ ان میں سے ایک کانعرہ ہے شیعہ سنی بھائی بھائی اور دوسرے کا ہے ، نوکر میں صحابہ دا، جن کا نعرہ ہے نوکر میں صحابہ دا، وہ شیعہ کو قتل کر کرتے ہیں، شیعہ کو قتل کیوں کیا جاتا ہےکیوں کہ وہ حسین کا نام لیتے ہیں۔ حسین کے نام لینے والوں کو اگر قتل کیا جائے گاتو پھر میں بھی شیعہ ہوں، مجھے بھی قتل کرو، میرا مسلک سنی ہے لیکن اگر حسین کا نام لینے والوں کو قتل کرو گے تو میں شیعہ ہوں مجھے قتل کرو۔

معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم سپیکر: آپ کو پوائنٹ آف آرڈر نہیں دیا جا سکتا۔ عمر رضا صاحب آپ قرار داد پر بات کریں تو پھر آپ کو زیادہ ٹائم دوں گی لیکن آپ اس قسم کے remarks نہ دیں جس سے آپ کے لیے اور ہمارے لیے مسئلے پیدا ہوں۔ آپ جاری رکھیں۔

جناب عمر رضا: میڈم! ہم سب کی کتاب ایک ہے، ہم سب کا نبی ایک ہے تو پھر ہم الگ الگ کیوں ہیں۔

شیعہ یا مجھ میں ہے داغ مجھ میں

جلے اسی کے چراغ مجھ میں

اثاثا قلب و جان وہی ہے

میرا تو سب کچھ میرا نبی ہے

میڈم! جمعے کے روز میں دیکھ رہا تھا کہ یہاں سامنے ایک ریلی ہو رہی تھی، اس میں ایک نعرہ لگایا جا رہا تھا، شیعہ سنی بھائی بھائی اور وہ نعرہ وہ لوگ لگا رہے تھےجو کہتے ہیں شیعہ کافر ہے اور انھیں قتل کرو۔ جب کبھی اس قسم کا واقعہ ہوتا ہے تو شیعہ سنی بھائی بھائی ہو جاتےبعد میں انہیں قتل کیا جاتا ہے۔

جناب تیمور شاہ: محترمہ پوائنٹ آف آرڈر۔ میڈم، یہ اپنی طرف سے بالکل ٹھیک بات کر رہے ہیں۔ ہم ان کے محسن کی قدر کرتے ہیں لیکن شاید یہ environment کہیں اور نہ چلی جائے، ہمیں یہ way forward بتا دیں، ہم انہیں مانتے ہیں۔

میڈم سپیکر: جناب عمر رضا صاحب آگے کیا لائحہ عمل ہونا چاہیے اگر آپ اس بارے میں بات کریں تو ذرا مناسب ہو گا۔

جناب عمر رضا: میڈم! ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہیے، یہاں پر مدرسے کی بات ہوئی کہ مدرسے رجسٹرڈ ہیں تو میں ایک واضح بات یہاں پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے علم میں ایک ایسا مدرسہ ابھی بھی موجود ہے جو کہ وفاق المدارس سے رجسٹرڈ بھی ہے لیکن اس میں میں نے اس قسم کے ہتھیار دیکھیں کہ میں نے ملٹری کے پاس نہیں دیکھے۔ یہاں سے خودکش بمبار تیار کر کے میرے ایریے میں بلاسٹ کیا جاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے اور وہ مولوی تین دن بعد رہا بھی ہو جاتا ہے، اس کی وجہ کیا ہے کہ اس کے اوپر political hand ہے تو political behest پر جو لوگ قتل کیے جاتے ہیں اس فعل کی میں مذمت کرتا ہوں۔ میرے نبی نے ایک بات کہی تھی اپنی رحلت سے پہلے اپنے نواسے کو ، اکر آپ اجازت دیں تو میں وہ شعر پڑھ دیتا ہوں۔

کہا نبی نے حسین ہر پل

ہماری نظروں میں شان میں رکھنا

جو دی ہے تم نے زبان مجھ کو

ذرا یہ پاس زبان رکھنا چاہیے

سر بھی جدا ہو تن سے

زبان پر بھی قرآن رکھنا

جو نانا تیرا حسین تجھ سے

یہ کہنا آیا ہے کربلا میں

یہ دین میرا میری شریعت

ذرا پاس دھیان رکھنا

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی عبیدالرحمن صاحب۔

جناب عبیدالرحمن: شکریہ میڈم سپیکر صاحبہ۔ میڈم یہ بہت اچھی resolution ہے اور اس کے اوپر میرے خیال میں کسی کو بھی دو رائے نہیں ہونی چاہییے۔ طوری صاحب کی اس کے اوپر justified باتیں کی گئی ہیں۔ ہماری سٹیٹ کی طرف سے اس بارے میں دوہرے معیار رکھے گئے ہیں۔ ہماری سٹیٹ ایجنسیز اس بارے میں ناکام رہی ہیں اور bad governance رہی ہے لیکن اس کی resolution کے اندر میں یہ بات سامنے لانا چاہوں گا کہ ا س resolution کے اندر genocide کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور genocide کا لفظ بہت strong لفظ ہے اور یہ strong لفظ ایسا ہے جو سٹیٹ sponsored ہوتا ہے، وہ باقاعدہ سٹیٹ کی پالیسی ہوتی ہے جس کے اندر انہوں نے کام کرنا ہوتا ہے اور یہ holocaust کے زمرے میں آتا ہے اور اس کے اوپر international criminal court بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے اور اس کے خلاف UNSC میں بھی resolution pass ہو سکتی ہے۔ یہ جب resolution لائی جا رہی ہے تو الفاظ کی نوعیت کو سمجھا جائے اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جس کے اوپر international body کو استعمال لایا جائے۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔

جناب عامر عباس طوری: سپیکر صاحبہ! میں بہت ہی diplomatic word یہاں پر استعمال کر رہا تھا، میرے الفاظ تو expunge کر دیے جاتے ہیں تو اس لیے میں نہیں چاہ رہا تھا کہ میں مزید بحث میں جاؤں، genocide word یہاں پر اس لیے استعمال کیا گیا کہ پنجاب کے وزیر قانون ایک banned outfit دہشتگرد کے ساتھ جاتے ہیں، اس کی campaign چلاتے ہیں تو یہ کون کروا رہا ہے۔ یہ حکومت نہیں کروا رہی تو پھر کون کروا را ہے۔ کیا انڈیا سے لوگ آ کر یہاں یہ کارروائی کر رہے ہیں، کہاں کے لوگ کر رہے ہیں۔ ہمارے وفاق وزیر داخلہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ ملوث ہیں۔ آپ اگر مشرف کے trial کی بات کرتے ہیں تو رانا ثناءاللہ اور رحمن ملک کا بھی trial کریں۔ اس لیے یہاں پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔

معزز ممبر: یہاں پر جہاں تک طوری صاحب نے رحمن ملک کی بات کی اور دوسرے لوگوں کی بات کی ، یہ ایسا نہیں کہ جنگل کا قانون ہے، دیکھے جاتے ہیں تو یہ دفاع پاکستان میں بھی دیکھے جاتے ہیں، پھر ان ساروں کو اندر کر دیا جائے۔ دیکھے جانے کی یہ بات نہیں ہے۔ انہوں نے ان کے رویوں کو endorse نہیں کیا، وہ proper political party ہے اور انہوں اپنی political party کے فورم پر ہمیشہ اس چیز کو deny کیا ہے۔ اب یہاں پر یہ بات آ جاتی ہی کہ کس طریقے سے ہم نے way forward دینا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بالکل جس طریقے سے یہاں پر ڈاکٹر علی صاحب کی جو recommendations تھیں وہ بہت valid and comprehensive تھیں۔ ان کے اوپر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمیں اپنے مدرسوں کو regularize کرنا چاہیے اور جہاں تک ہمارے اہل تشیع کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ بہت valid point ہے، یہ پاکستان کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ہم inclusive معاشرہ رکھیں اور ایسے تمام عناصر جو پاکستان میں منافرت پھیلا رہے ہیں، ان کو ختم ہونا چاہیے۔ شعر تو اسی طرح کے ہی ہیں کہ ہرفرد و انسان کے شعور کو جاگ تو لینے دو، ہر

فرد کہے گا کہ ہمارے ہیں حسین تو ہر انسان حضرت حسین سے روشنی لیتا ہے اور آگے بڑھتاہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم مذہتی منافرت میں نہ پڑیں اور recommendations پر غور کریں۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: جناب تیمور شاہ صاحب۔ وہ نہیں ہیں۔

Then let me put this resolution to the House for voting that a resolution is moved to condemn the sectarian violence in the country in which scores of innocent lives are lost. We remind the government to arrest the perpetrators of this heinous crime and take immediate measure to stop the genocide of the innocent Shia Muslims in the country.

(The resolution was adopted)

Madam Speaker: Consequently, the resolution is adopted. Now the House is adjourned to meet after twenty minutes.

(The House reassembled after 20 minutes break)

Madam Speaker: Now we move on to legislative business. Mr. Seep Ahsan sahib wants to move a motion in the House that "This House may discuss the role of Pakistan as a frontline State in the world against terror keeping in view the tremendous loss Pakistan has suffered since 2001 both in economic and human.

جناب حسیب احسن: محترمہ سپیکر صاحبہ! بد ترین جمہوریت بہترین امریت سے بہتر ہے اور اس وقت ہمارا ملک جس دہرائے پر کھڑا ہے اور جو law and order کی صورتحال چل رہی ہے اس کا سارا سہرا پرویز مشرف کے سر پر جاتا ہے۔ وہ کہتے تھے 'سب سے پہلے پاکستان' لیکن جیسے ہی ان کی صدارت ختم ہوئی اس دن سے وہ ملک سے باہر ہیں اور اب تک واپس نہیں آئے۔ ان کو بہت اچھی طرح پتا ہے کہ اس law and order situation میں معصوم پاکستانی تقریباً چالیس ہزا ر سے زائد شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ foreign investment بہت حد تک کم ہو چکی ہے، کوئی اسے پاکستان میں لانے کے لیے تیار نہیں ہے، انہیں پتا ہے کہ ہمارے ملک کی کیا صورتحال ہے اور ہمارے ملک میں کیا چل رہا ہے۔ میں ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ اس کا فوری حل یہ ہے کہ اگر USA طالبان سے discussion کر سکتا ہے تو ہم اپنے طالبان بھائیوں سے کیوں نہیں کر سکتے۔ یہ وہ طالبان ہیں جن کو ہم نے 1980 میں مجاہدین کا نام دے کر Russia کے خلاف لڑایا اور 2001 کے بعد ہم انہیں طالبان کہہ رہے ہیں۔ ہم ان کو ایک table پر لا سکتے ہیں۔ پٹھان جو ہماری سرحدوں کے محافظ تھے ان کو ہم نے طالبان کہہ کر ایک کونے پر کھڑا کر دیا ہے اور

ان کو ہم خود مار رہے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کے ساتھ ٹیبل ڈسکشن کی جائے اور میثاق مذاکرات میں لایا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایک سنجیدہ حکمت عملی طے کرے اور ڈبل پالیسی کو ترک کر دے اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ ان کا امریکہ کے ساتھ کیا relation ہے۔ بہت شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جناب اسامہ محمود صاحب۔

جناب اسامہ محمود: شکریہ میڈم۔ محترمہ یہ حسیب صاحب کی جانب سے بڑا اچھا موشن ہے۔ یہ آج کے دور کی ضرورت بھی ہے۔ محترمہ! ہمیںwar against terror میں سب سے بڑا نقصان کیا ہوا ہے۔ دنیا کے سامنے پاکستان کا image کیا ہے۔ کوئی بھی پاکستانی دنیا کے کسی بھی ملک میں جاتا ہے تو اسے terrorist کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ پاکستان کی 2001 economy سے لے کر اب تک down کی طرف جا رہی ہے۔ ہمارے فوجی، ہمارے سویلین، عام شہری، فاٹا کے حالات، بلوچستان کے حالات آپ دیکھ لیں۔ آج سے تین چار سال پہلے ہر دن تین سے چار، پانچ سے چھ خودکش دھماکے ہر شہر میں ہوتے ہیں۔ پاکستان کا کوئی بھی ایریا ایسا نہیں جو اس war on terror سے affect نہ ہوا ہو۔ اس کے consequences کیا ہیں؟ آج انڈیا کی economy کل سے بہتر ہے، بنگلا دیش کی economy کل سے بہتر ہے، سری لنکا اور دوسرے ممالک جو ہمارے ملک میں investment کرنے والے لوگ تھے وہ ادھر سے جا کر دوسرے ممالک میں invest کر رہے ہیں۔ ایک ایس سوچی سمجھی سازش کے ذریعے پاکستان کو اس مسئلے میں involve کیا گیا ہے اور پاکستان کو ایسا slow poison دیا گیا ہے جس سے پاکستان کے لوگ آہستہ آہستہ معیشت میں بیٹھ جائیں۔ اس کی political stability نہ رہے۔ اسے ایسی security state بنا دیا گیا ہے کہ پوری دنیا میں رسوا ہو گیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم نے ہی زیادہ قرنیاں دیں اور ہمیں ہی terrorists کہا جاتا ہے۔ محترمہ ! جب کوئی یورپین کمپنی میں job کے لیے جائے تو سب سے پہلے اگر وہ دیکھیں کہ یہ پاکستانی ہے تو پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ کسی دہشت گردی گروپ کا element نہ ہو۔

میری گزارش ایسے اداروں سے ہے جو ملک کے image building کے لیے کام کرتے ہیں وہ خدا را ایسی documentary films بنا کر پوری دنیا میں release کی جائیں کہ پاکستان نے اس war on terror میں کتنا loss کیا ہے تاکہ ہمارا دنیا میں image بہتر بنے اور دنیا کو یہ realize ہو کہ پاکستان نے سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ پاکستان نے سب سے زیادہ loss کیا ہے، پاکستان کی فوج نے، عوام نے ہر دن، ہر شہر، ہر آدمی، ہر خاندان اس سے affect ہوا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے پانچ چھ سال پہلے ملک کی کیا حالت تھی۔ فاٹا، بلوچستان اور کراچی میں آئے دن یہ دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا دن ہو جس دن دھماکہ نہ ہوا ہو۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ 2001 کے بعد شاید کوئی ہفتہ ایسا ہو جس میں پاکستان کے کسی نہ کسی علاقے میں دھماکہ نہ ہوا ہو۔

محترمہ، یوکے، لندن اور امریکہ وغیرہ میں کوئی ایک دھماکہ ہو جاتا ہے تو پوری دنیا میں افراتفری پیدا ہوجاتی ہے اور ہمارے ملک کا کوئی ایسا دن بغیر دھماکے سے نہیں گیا۔ میں اس فورم کے ذریعے سے

UN and foreign organizations and Muslim countries سے گزارش کرتا ہوں کہ پاکستان کو مزید suffer ہونے سے بچایا جائے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی محترم جناب جمال جامی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامی: میڈم سپیکر! میں بہت زیادہ تو نہیں بولنا چاہوں گا، پاکستان میں صورتحال بہت واضح ہے۔ میں بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ ہمیں 9/11 سے پہلے کا پاکستان چاہیے۔ جب 9/11 ہوا اس وقت شاید خیال تھا کہ ابھی ہم بچے ہیں اور دس گیارہ سال کی عمر میں بندے کو اتنا ہوش نہیں ہوتا اور یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ شاید ہر چیز اچھی ہے لیکن آج یہ سوچتے ہیں کہ شاید تب واقعی سب کچھ اچھا تھا اور آج بہت کچھ خراب ہو گیا ہے۔ ہم جب interior policy بنا رہے تھے تو ہر مسئلے کی جڑ 9/11 کے ساتھ مل رہی تھی۔ اب میڈم سپیکر مسئلہ یہ ہے کہ دل بڑا کریں اور اپنی غلطی کو مان لیں کہ یہ ہماری غلطی تھی اور قوموں کی زندگی میں مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں، ہمیں اس وقت یہ کرنا پڑا اور امریکہ نے میرے خیال میں دو option دیے تھے، دوسرا مشرف صاحب ہمیں نہیں بتاتے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کو فوری طور پر پتھر کے دور میں بھیج دیں گے یا آہستہ آہستہ جائیں گے تو انہوں نے کہا کہ آہستہ آہستہ بھیج دیں۔ میرے خیال میں اب اس سلسلے کو بند کرنا چاہیے اور war on terror سے واپس آ جانا چاہیے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جی جناب نجیب بلوچ صاحب۔

جناب نجیببلوچ: شکریہ میڈم سپیکر۔ جناب جمال جامی صاحب نے کہا کہ مجھے 9/11 سے پہلے کا پاکستان چاہیے، میں کہوں گا کہ مجھے ضیاء الحق سے پہلے کا پاکستان چاہیے۔ آپ کی ملٹری کی روش یہی تھی کہ آپ افغانستان کو اپنا پانچواں صوبہ بنانا چاہتے ہیں، آپ نے وہاں کی socialist Government کو accept نہیں اس کے بعد سے یہ سب کچھ ہوا۔ میں اس کی way forward کی طرف آؤں گا۔

نمبر۱ اس Youth Parliament کی گورنمنٹ اس پر کوئی پالیسی لے کر نہیں آئی۔ یہ ان کی بڑی failureہے۔ ان کو terrorism پر اپنی پالیسی priority basis پر لانے چاہیے تھی۔ اس ضمن میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ War against Afghan war جس کی پاکستان میں implication ہیں اس پر کوئی بات نہیں ہوئی۔ ان کا پالیسی پیپر صرف اور صرف اسی issue پر آنا چاہیے تھا۔

نمبر۲ اب پاکستان کے جو unrest areas ہیں ان کے ساتھ ایک dialogue process شروع ہونا چاہیے اور ملٹری کو اس rule out کر دینا چاہیے، صرف اور صرف dialogue کی طرف جایا جائے۔ لوگوں کو واپس پھر national stream میں لایا جائے، ان کے ساتھ discuss کیا جائے اور مستقبل میں اس قوم میں اتنی جرات ہونی چاہیے کہ ایک ٹیلیفون کال پر surrender نہ کریں۔شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جناب حماد ملک صاحب۔

جناب حماد **ملک**: میڈم! ایک بہت اچھی resolution پیش کی گئی اور اس پر بہت جامع باتیں ہوئیں ہیں۔ میں اس پر بہت زیادہ debate نہیں کرنا چاہوں گا کیوں کہ ساری صورتحال عوام کے سامنے واضح ہے کہ ہم نے اتنا loss برداشت کیا جتنا شاید امریکہ نے بھی برداشت کیا، اس war on terror میں۔ ہمیں اب پرانی اپنی غلطیوں کا سدباب کرنا چاہیے۔ اب ہم جمہوری دور میں آگئے ہیں اور ہم نے پانچ سال جمہوریت ہوئے گزار دیئے ہیں۔ اب ہمیں way forward کی طرف جانا چاہیے اور ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ ہم dialogue کی طرف جائیں، وہ عناصر جو اس وقت دہشتگردی میں اندرون ملک ملوث ہیں ان سے بھی ہم بات کرے، ان کی بھی جن کی مدد ہم کر رہے ہیں ان سے بھی dialogue کریں اور امن قائم کریں۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر:شکریہ۔ جناب سراج میمن صاحب۔ مہربانی کر کے مختصر اور جامع۔

جناب سراج میمن: شکریہ۔ میڈم! میں way forward پر آنا چاہوں گا کہ وہ جنگ جو رچرڈ آرمیڈیج کی صرف ٹیلیفون دھمکی پر شروع کی گئی تھی اور پارلیمنٹ سے پوچھے جو جنگ شروع کی گئی جس کا نہ سر ہے، نہ دم ہے اور ابھی تک جاری ہے، جس کا پتا نہیں چلتا کہ جولائی 2013 میں ختم ہو گئی یا 2025 تک ختم ہوگی۔ میں direct way forward پر آؤں گا۔ ہم 2001 سے پہلے کے دور پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی suicide دھماکہ نہیں تھا لیکن جیسے ہی 9/11 شروع ہوا، پہلے افغانستان پر حملے ہوتے رہے پھر آہستہ آہستہ پاکستان میں سوات تک پہنچے، اب South Waziristan, North Waziristan پھی یہاں تک باتیں چلیں کہ کوئٹہ میں بھی اور کراچی میں بھی drone attacks ہو سکتے ہیں۔ اس ہاؤس کو تو اب اس جنگ کی implications کا اندازہ ہو جانا چاہیےکہ کوئٹہ میں مجلس شوریٰ طالبان کی بیٹھی ہوئی ہے وہاں پر drone attacks ہو سکتے ہیں۔ یہ پاکستان کی sovereignty کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے جو drone attacks کی صورت میں ہو رہی ہے۔

اب ہم way forward کی طرف آتے ہیں۔ میری اپنی personal observations ہے کہ جب تک یو۔ایس۔اے افغانستان میں موجود رہے گا، پاکستان میں یہ جو so-called war on terrorہے جو افغانستان میں شروع کی گئی تھی اس کی لہریں اب وہ پورےپاکستان میں پھیل رہی ہیں۔ وہ تب تک نہیں رکیں گی جب تک افغانستان سے USA نہیں جا سکتا۔ اب USA ایک supper power ہے اور USA کو supper power بنانے میں ہم نے ہی مدد کی تھی، اس وقت بھی ہم major ally تھے اور اس وقت بھی ہم major ally ہونے کے ناطے ہم 70 billion dollar کا ہماری معیشت نقصان برداشت کر چکی ہے اور ہمارا جو FDI ہے اب دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ اب way forward یہ ہے کہ ہمیں آہستہ آہستہ اس جنگ سے نکلنا ہو گاجتنا جلدی ہو سکے، ہمیں جو ہمارے international دوست ہیں ان کو اپنے اعتماد میں لینا پڑے گااور ہمیں طالبان کے ساتھ dialogue پر آنے پڑے گا اور ہمارے جو پندرہ یا بیس سال پہلے دوست تھے جن کو ہم مجاہد کہتے تھے ان سب کو بٹھا کر بات کرنی پڑے گی اور USA کو بتان پڑے گا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور no doubt ایک super power ہے، ان کے ساتھ ہم direct ٹکر نہیں لے سکتے، ان سے ہمیں کام بھی لینا پڑے گا اور کشمیر کا مسئلہ بھی ان کے سامنے رکھنا پڑے گا کہ ہم آپ

کی اتنی مدد کریں گے اور آپ اس کے بدلے ہم یہ دیں گے۔ بجائے اس کے ہم اپنی عوام بھی ماریں جس میں چالیس ہزار سویلین اور آرمی ہم شہید کروا چکے ہیں اور ہمیں کچھ بھی نہیں مل رہابلکہ دنیا میں ہمارا نام بدنام ہو رہا ہے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جناب حفیظ اللہ وزیر صاحب۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: شکریہ محترمہ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میرے الفاظ بس اس ہاؤس تک محدود رہتے کیونکہ حالات کچھ یوں ہیں کہ اگر reality بیان ہو جائے تو پتا نہیں کیا کیا نہیں ہو جاتا۔ ہم war on terror یا war against terror پر کہتے ہیں کہ پاکستان اس کا ally ہے۔ میرا خیال نہیں ہے کہ پاکستان اس کا ally ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ پاکستان war against America لڑ رہا ہے۔ وہاں پر اپریشنز ہوتے ہیں، وہاں پر drone attacks ہوتے ہیں، میں سب سے پہلے operations پر آتا ہوں۔ آج تک جتنے operations ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں اس میں طالبان کا کوئی بھی لیڈر نہیں مارا گیا۔ اس میں کوئی دہشتگرد نہیں مارا گیا۔ یہاں تک کہ ہمارے علاقے South Waziristan میں ازبک ہوتے تھے جو غلط افعال کے مرتکب تھے یعنی گردنیں کاٹنے وغیرہ کے افعال میں ملوث ہوتے تھے، ان کے خلاف ہم نے خود جنگ لڑی ہے۔ ہماری مدد کسی نے نہیں کی۔ اس میں ہمارے علاقے کے اپنے شہید ہو گئے، اس علاقے میں اب بالکل امن ہے۔

میں اپنے علاقے کی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ اب وہاں پر امن کیسے create ہوا، نہ تو طالبان کے خلاف کوئی negotiation کی گئی صرف اتنا کیا گیا کہ اس علاقے کی youth کو خاص طور پر طلباء کو باہر نکالا گیا، بعض کو یونیورسٹیز میں scholarships provide کے گئے، بعض کو جو ڈپلومہ وغیرہ کر رہے تھے اور جو بالکل ان پڑھ تھے ان کے لیے ڈپلومہ کی شکل میں scholarships provide کیے گئے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری حکومت نہیں چاہتی کہ وہاں پر امن قائم ہو جائے۔ میرا ایک دوست ہے وہ USAID کے 80 scholarships لےکر آئے۔ اس نے کہا کہ اپنے علاقے کے 80 students کے مجھے نام دیں، ہم کوscholarships provide کریں گے لیکن شرط یہ ہو گی PA sahib سے NOC لانی پڑے گی، PA sahib کے پاس گئے، میرا دوست لاہور میں پڑھتا ہے وہ وہاں گئے، PA نے ان کو بتایا کہ don't educate the people of Waziristan یہ ان کے الفاظ تھے۔ پاکستان کی حکومت کبھی نہیں چاہتی کہ یہ لوگ ایجوکیشن حاصل کریں۔ یہ لوگ ہماری پالیسیوں کو سمجھیں اور یہ لوگ main stream میں آ جائیں۔ ہمیں کبھی کسی کے پاس جانا پڑتا ہے، نون والوں کو التجا کرنی پڑتی کہ لاہور میں ہمارے لیے تھوڑی سی جگہ دیں، ہمیں scholarship provide کریں، وہ کہتے ہیں کہ سندھ والوں کے پاس جانا پڑتاہے، مجھے تو ان والوں سے بھی شکایت ہے، ICT والوں جن کو پتا ہے کہ democracy کیا ہے، یہاں پر ان چیزوں کا کیا مطلب ہے، مقصد یہ ہے کہ democracy promote ہو جائے، لوگوں کو پتا چلے کہ democracy کیا ہے لیکن فاٹا جہاں پر democracy کی اشد ضرورت ہے ان کو صرف دو سیٹیں مل رہی ہیں۔ میں ان سے بھی request کرتا ہوں کہ یہ سیٹیں زیادہ کی جائیں اور

ساری حکومت سے یہ التجا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو main stream میں لایا جایا، ان کی youth کو نکالا جائے اور مختلف شعبوں میں، مختلف یونیورسٹیوں میں ان کے لیے کوٹہ بنایا جائے۔ شکریہ۔

میڈم سپیکر: شکریہ۔ جناب محترم حزب اختلاف تبریز مری صاحب۔

جناب صادق تبریز مری: میڈم سپیکر۔ یہاں موشن میں since 2001 کا ذکر کیا گیا۔ یہ بہت specific ہے۔ 2001 سے لے کر ہمارا کافی معاشی نقصان ہوا ہے نہ صرف معاشی بلکہ قیمتی جانوں کا بھی نقصان ہوا ہے which is not replaceable اب اس بارے میں House میں کافی discussion ہو چکی ہے تو میں briefly صرف یہی کہنا چاہوں گا کہ we should always keep our national interest first. ہم کو دیکھنا اور rethink کرنا پڑے گا کہ ہمیں اگر کسی چیز سے نقصان پہنچ رہا ہے تو we should divert from that policy rather than continuing that policy. ایک تو آپ کام بھی کر رہے اور آپ کو do more کے طعنے بھی ملتے ہیں تو ایسی چیز سے بہتر ہے کہ you should separate yourself form such a war. You should engage in dialogue process with all the people who are causing troubles in your country and I thing dialogue is the only way forward آپ کبھی بھی force کے ساتھ نہ کسی آواز کو دبا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی insurgency کو یا ایسے دوسرے معاملات کو solve کر سکتے ہیں۔ I think dialogue should be the way forward.

Madam Deputy Speaker: Thank you. Hence the Motion is adopted.

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: میڈم سپیکر! کچھ لوگ مزید بولنا چاہ رہے ہیں۔

Madam Deputy Speaker: I have given my ruling on that and the Motion is adopted.

(Interruption)

Madam Deputy Speaker: With this honourable members, we have come to an end of legislative business of day.

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم سپیکر! ایک point of order ہے۔ پچھلے اجلاس میں میرے ایک چیز پر کچھ تحفظات تھے اور اس سلسلے میں میں نے آپ سے پوچھا بھی تھا اور آپ نے مجھے assure کرایا تھا کہ جب اگلا اجلاس آئے گا تو آپ مجھے اس کا جواب دیں گی۔ مجھے ایک Bill پر شدید تحفظات تھے۔ میرا یہ ماننا تھا کہ یہ ایک fake legislation ہے، یہ ایک prejudice legislation ہے اور اس میں ایوان کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اپنے وزیراعظم صاحب سے بھی کہوں گا کہ اس پر short comment کریں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: آپ لوگ خود بولتے ہیں کہ وزیراعظم صاحب سے سوال جواب نہیں ہو سکتے۔ ٹھیک ہے۔ محترمہ اشنا صاحبہ نے اپنی 6th amendment Secretariat کے پاس جمع کروا دی ہیں اور Secretariat آپ سب کو forward کر دے گا۔

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم سپیکر! معذرت کے ساتھ میں یہ repeat کر دیتا ہوں کہ وہ 6th Amendment نہیں تھی، وہ basically out of 49, 39 were as it is.

Madam Deputy Speaker: This is what I am saying,

کہ اس میں صرف 06 amendments ہوئی تھیں۔ یہ بات پچھلے اجلاس میں clear ہو چکی تھی کہ اس میں صرف 06 amendments ہوئی ہیں اور میں نے آپ سے کہا تھا وہ 06 amendments Secretariat کے پاس جمع کروا دیں اور وہ اب Secretariat کے پاس جمع ہو چکی ہیں اور Secretariat آپ کو forward کر دی جائیں گی۔

جناب توصیف احمد عباسی: میں یہی تو عرض کر رہا ہوں کہ اس میں ہمیں confidence میں نہیں لیا تھا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: توصیف صاحب آپ تشریف رکھیں۔

ایک معزز رکن: میڈم سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک issue کی طرف دلانا چاہ رہا ہوں۔ دراصل پچھلے اجلاس میں role of media پر کافی Bill پیش کیے تھے، ان سب کو کمیٹیوں کی طرف refer کیا گیا تھا۔ میں چونکہ Information Committee رکن بھی ہوں میں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ وہ Bills ابھی تک Committee کو forward ہوئے اور نہ ہی اس پر کوئی discussion ہوئی اور نہ ہی وہ دوبارہ ایوان میں present ہو سکے جبکہ آج اجلاس بھی ختم ہو رہا ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: کیا آپ اس کمیٹی میں ہیں؟

ایک معزز رکن: جی ہاں اور ہماری چیئرمین صاحبہ بھی موجود ہیں، ان سے بھی آپ discuss کر سکتے ہیں۔ اس پر مہربانی فرما کر آپ ذرا notice لیں۔

Madam Deputy Speaker: It was referred to the Law Ministry.

کیونکہ جتنے بھی Bill ہوتے ہیں وہ میں Law Ministry کو refer کرتی ہوں۔

ایک معزز رکن: لیکن وہ دوبارہ ایوان میں پیش نہیں ہو سکے voting کے لیے۔

Madam Deputy Speaker: There are so many Bills which are not……

Miss Anum Mohsin: My view was also presented and it was referred to the Committee. So, I just want to know the result. Whether it has been accepted or it has not bee accepted because it was an extradition. Everyone supported the Resolution.

Madam Deputy Speaker: The Committee does not accept it. It just reviews it and proposed the amendments. Who is the Chair of the Committee?

کیا وہ تمام Bills review ہوئے ہیں جو آپ کو forward کئے گئے تھے؟

جناب سراج الدین میمن: میڈم سپیکر! ہمارےپاس صرف ایک ہی Resolution آئی تھی اور ہمارے محترم ساتھی جناب توصیف عباسی کا جو اعتراض تھا اس کو ہم نے discuss کیا تھا اور اس کے علاوہ Secretariat کی طرف سے ہمیں کوئی بھی Bill نہیں ملا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: کیا آپ نے بعد میں Secretariat سے رابطہ کیا تھا کہ ابھی تک Bills کیوں نہیں بھیجے گئے؟

جناب سراج الدین میمن: ہمارے چیئرمین صاحب نے ان کو discuss کیا تھا۔ یہ ہمارا 5th Session تھا اور ہمیں وقت بہت کم ملا تھا۔ لہٰذا ہم صرف تین ہی Bills کو discussکر سکے تھے۔ ہماری اپنی Standing Committee کی جو reports ہیں وہ بھی ابھی تک pending میں پڑی ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: چیئرمین صاحب کو Secretariat سے contact کرنا چاہیے تھا۔

جناب سراج الدین میمن: محترمہ انم ضیاء صاحبہ نے جو Resolution کی بات کی ہے تو اس کا Article change ہو چکا تھا۔ آپ کی ruling کے مطابق ہم نے اس پر عمل کیا تھا اور کارروائی کی تھی اور ہمارے وزیراعظم صاحب اور توصیف عباسی صاحب کی درخواست پر Crime Protection پر جو Bill تھا اس پر بھی جو اعتراضات آئے تھے اور Law کی Parliamentary Committee نے بھی اس پر اعتراضات اٹھائے ہیں کہ اس Bill کو کمیٹی کے سامنے پیش کئے بغیر House میں پیش کیا گیا تھا جو کہ ہمارے Rules and Procedure کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ یہ ہماری کمیٹی کی رپورٹ تھی۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے جی۔ I understood your point Siraj sahib. دیکھیں جی جو چیئرمین ہوتے ہیں کمیٹی کے وہ اپنا ایک ایجنڈا بنا کر سیکرٹریٹ کو بھیجتے ہیں جس کو دیکھتے ہوئے آگے کا لائحہ عمل طے ہوتا ہے کہ کمیٹی میں کیا discuss ہوگا۔ سیکرٹریٹ کو کوئی ایجنڈا نہیں موصول ہوا اور یہ ذمہ داری Law کی پارلیمانی کمیٹی کے چیئرمین کی ذمہ داری تھی۔ Now I am asking where is the Chairman? The Chairman of the Committee should have been here.

جناب سراج الدین میمن: میڈم سپیکر! سیکرٹریٹ کو زیادہ معلومات ہوں گی کہ وہ کہاں ہے۔ کیا وہ چھٹی پر گئے ہیں یا کہاں ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں اور وہی جواب دے سکتے ہیں۔ یہ تو ان کی ذمہ داری تھی اور ہم اب کیا کہہ سکتے ہیں۔ آپ لوگ ان کی گردن پکڑیں۔ ٹھیک ہے، with this we have come to a legislative business of today. میں گزارش کروں گی ہمارے محترم قائد حزب اختلاف سے کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جناب تبریز صادق مری: شکریہ میڈم سپیکر۔ جیسا کہ آج ہم لوگ یہاں پر آخری مرتبہ مل رہے ہیں اور مجھے نہیں پتا کہ اگلی مرتبہ ہم سب لوگ کب اور کہاں اکٹھے ہوں گے، but first of all, I would just like to say that it was a wonderful experience. ہم لوگوں نے یہاں پر کافی اچھے وقت بھی دیکھے ہیں اور کافی برے وقت بھی دیکھے ہیں۔ ہماری کبھی کبھی راتیں بھی حرام ہوئی ہیں اور لوگ رات کے تین تین بجے تک بھی جاگے ہیں لیکن I believe all is well that ends well اور یہاں پر آنے کے بعد کافی کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے and I would specially like to thank Mr. Ahmed Bilal Mehboob, Miss Asia Riaz, Mr. Jawdat Bilal and all the members of the Secretariat and all the members who have made it possible to enhance the awareness of youth about the democratic process in the country. Blue Party کے ارکان کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے کافی healthy debate میں حصہ لیا اور اپنی پارٹی کے ارکان کا بھی میں شکرگزار ہوں۔ سب سے

پہلے میں mention کرنا چاہوں گا میرے Opposition Leader فہد مظہر علی کو جن کو اپنی کچھ ذاتی مصروفیات کی وجہ سے پچھلے دو اجلاس miss کرنے پڑے اور ان کی absence سے کافی خلا پیدا ہوا تھا and I am hopeful کہ کچھ حد تک میں اس خلا کو پر کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

تمام ارکان کے میں نام لینا چاہوں گا، حنین علی قادری، جمال نصیر جامی، حسیب احسن ہاشمی، نوید لک، یاسر ریاض، اشنا احمد، مہرین سیدہ، ریحان صاحب، شان حیدر، تیمور شاہ صاحب لیکن یہاں پر ہمارے ایک ساتھی جن کو میں mention کرنا چاہوں گا جناب حسیب احسن ہاشمی صاحب، as a Leader of the Opposition میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ I believe he has been the best member of our Party. ان کا کام، ان کی participation in the House, ان کی report work, ان کا policies, ان کی Bills, ان کے Resolutions, ان کی attendance, ان کی punctuality, ان سب چیزوں سے ان کی performance measure کی جا سکتی ہیں۔ I am again thankful to all the members of the Youth Parliament who have made it possible and انشاء اللہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی ملاقات ہوتی رہے گی، شاید دوسری اسمبلی میں اور وہاں پر بھی ہم لوگ اسی طرح healthy discussion میں participate کریں گے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترم جناب قائد ایوان، ہاشم عظیم صاحب۔

جناب محمد ہاشم عظیم (وزیر اعظم یوتھ پارلیمنٹ): شکریہ میڈم سپیکر۔ ہم اب اس ایوان سے رخصت ہو رہے ہیں اور شاید میں آخری مرتبہ یہ تقریر کر رہا ہوں۔ نہ ہی میں emotional ہوں گا اور نہ ہی sentimental ہوں گا، بس تھوڑی سی باتیں کرنا چاہوں گا۔ اگر ایک جملے میں میں اس کو ختم کروں تو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے .it was probably the best experience of my life یقیناً ہم 60 کے 60 ارکان ایک body کی صورت میں اکٹھے ہو کر ایک چیز formکی ہے اور امید کروں گا کہ ہمارے جو بھی grievances ادھر تھے، مجھ سے تو بہت زیادہ ہوں گے، کبھی اس طرح کا decision بندہ کرتا ہے یا کوئی غلط کام ہو جاتا ہے کیونکہ ہم سب انسان ہیں اور ہم سے غلطیاں ہوتی ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ ہم سب چیزیں بھلا کر ایک نئی چیز یہاں سے شروع کریں، ایک نیا دن شروع کریں اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں اور یہاں سے دوست بن کر نکلیں۔

میڈم سپیکر! میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گا PILDAT کا، احمد بلال محبوب صاحب کا، آسیہ ریاض صاحبہ کا، جودت بلال کا، عاکف نعیم صاحب کا، ثنا کا، خاص طور پر Sergeant of Arms کا۔ سپیکر صاحبہ! یہاں جو official reporters بھیٹے ہوئے ہیں ان کے لیے میں یہاں پر ایک round of applauds چاہوں گا کہ انہوں نے بہت زیادہ محنت سے کام کیا۔ میں کیمرہ مین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں ان کی وجہ سے ہماری بہت اچھی تصاویر آتی رہتی ہیں face book پر بھی اور website پر بھی تو ان کے لیے بھی ایک round of applaud ہونا چاہیے۔

میڈم سپیکر! میں بالکل مختصر کرتے ہوئے بات کروں گا کہ جتنے بھی ہماری Standing Committees کے چیئرمین تھے یا Special Committees کے چیئرمین تھے اور ساری یوتھ پارلیمنٹ کے ساتھ

ساتھ میں اپنی پارٹی یعنی Blue Party کا نہایت مشکور ہوں جنہوں نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا اور میں نے یہ پانچ سیشن گزارے۔

میڈم سپیکر! میں آپ کا بھی بہت مشکور ہوں کیونکہ basically آپ ہماری ہی پارٹی کی تھیں لیکن آپ نے ایوان کو بالکل balance کے ساتھ چلایا۔ میں اختتام اس پر کروں گا کہ جب ہم پہلے دن یہاں پر آئے تھے اور میں نے وزیراعظم کا حلف اٹھایا تھا تو میں نے اپنی پہلی official speech میں کہا تھا کہ انشاء اللہ یہ یوتھ پارلیمنٹ کا batch ایک exemplary legislation کرے گا تو دونوں پارٹیوں کی طرف سے جو legislation آئی ہیں، احمد بلال صاحب نے اس کا اعتراف کل کیا ہے لیکن میں آج کہتا ہوں کہ آپ پہلی تینوں یوتھ پارلیمنٹ کے ساتھ compare کریں تو آپ دیکھیں گے ان تینوں میں صرف ایک Bill آیا تھا اور آپ ہماری کارروائی کو دیکھیں تو آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے۔

میں اپنی پارٹی کے ایک رکن کا نام ضرور لینا چاہوں گا، جن سے میری personal attachment بھی ہے اور مجھے اپنی پارٹی کی طرف سے وہ ایک best member لگے اور وہ ہیں، جناب چیئرمین عتیق صاحب۔ ایک اور چیز ہے کہ کھچی صاحب میرے بڑے بھائی، میرے دوست ہیں اور ان کے لیے میں صرف ایک شعر کہنا چاہوں گا اور یہ شعر میں اپنے دل کی اتھا گہرایوں سے کہہ رہا ہوں،

یارا تیری یاری کو میں نے تو خدا مانا
یاد کرے گی دنیا تیرا میرا افسانہ

آخر میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ چیئرمین صاحب کو صرف ایک سیکنڈ کا موقع دے دیا جائے وہ کوئی ایک بات کر دیں پوری یوتھ پارلیمنٹ کے لیے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی چیئرمین صاحب، آپ کے پاس صرف تیس سیکنڈ ہیں۔

جناب محمد عتیق: میں صرف دو منٹ کے لیے بولوں گا۔ ایک شعر سے شروع کروں گا۔

بزم جہاں کا روز ازل سے اصول ہے
ہر نقش بن رہا ہے بگڑنے کے واسطے
ہو عمر بھر کا ساتھ ہے زندگی کی بھول
ہوتا ہے ہر ملاپ بچھڑنے کے واسطے

بہت زبردست experience رہا یوتھ پارلیمنٹ کا۔ اس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ کچھ دوستوں سے اختلافات رہے لیکن میں آج اس پلیٹ فارم سے اپنے تمام دوستوں کو یہ کہنا چاہوں گا کہ آئیں آج ہم ماضی کی تمام ناخوشگوار یادیں بھلا دیں اور تمام اچھی یادیں سمیٹ لیں کیونکہ یادیں زندگی کا بہترین سرمایہ ہوتی ہیں۔ آخر میں اپنے نوجوانوں کے نام بس یہی کہنا چاہوں گا کہ ہمارا کل کا پاکستان وہی ہوگا جو آج کی محنتوں سے ہم بنائیں گے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب عامر خان کھچی صاحب۔

جناب محمد عامر خان کھچی: میں صرف اتنا کہوں گا کہ no doubt یہ میرے لیڈر ہیں اور یہ اس پورے ایوان کے بھی لیڈر ہیں اس لیے کوئی بھی بات اگر میں ان سے پوچھ کر کرتا ہوں تو یہ میری ڈیوٹی ہے

As a member Youth Parliament and as a member of Cabinet اور یہ میری legal and constitutional duty ہے۔ as well, I am duty bound to follow him. دوسری بات یہ ہے کہ میں بھی اپنی بات کا اختتام ایک شعر سے کروں گا اور یہ شعر میں اپنے honourable Prime Minister sahib کو dedicate کرتا ہوں،

پتھر ذہن گلاب نہیں ہوندے

کورے کاغذ کتاب نہیں ہوندے

او بلھیا جے لا لیے یاری

فر یاراں نال حساب نہیں ہوندے

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب عمیر نجم صاحب۔

جناب عمیر نجم: میڈم سپیکر! اس سیشن کے اختتام میں as a Chairman of the Standing Committee on IT and Telecommunications, I would like to say my high regard to my Committee members, specially, Miss Anum Zia, Miss Mehreen Syeda اور دیگر ارکان جنہوں نے انتہائی محنت سے کام کیا اور ان کی محنت کی وجہ سے یہ کمیٹی ایک exemplary Standing Committee بنی۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب عمر رضا صاحب۔

جناب عمر رضا: میڈم ایک شعر سب کے نام ہے،

اس کی میری کہانی دو مصرعوں پر گھومتی ہے غالب

کہ ملے تھے ایسے کہ کبھی بچھڑیں گے نہیں

اور آج بچھڑ چکے ہیں ایسے جیسے ملے ہی نہیں

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی نجیب عابد بلوچ صاحب۔

جناب نجیب عابد بلوچ: معذرت چاہتا ہوں گوہر زمان صاحب سے۔ میڈم سپیکر! یوتھ پارلیمنٹ میں میرے views تو change نہیں ہوئے لیکن الحمد للہ کچھ ایسے دوست بنائے ہیں جو میرے نزدیک عزت کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ میں اپنی کمیٹی کے ارکان کا بہت زیادہ شکرگزار ہوں۔ اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں ایک مرتبہ پھر معذرت کرتا ہوں لیکن میں ایک بھڑکنے والا شخص ہوں، میں نے کوشش کی ہے کہ اس اجلاس میں اپنے آپ کو control کروں اور ایک مصرعہ ہے،

اب کے بچھڑے تو شاید ماہ و سال بن کر ملا کریں گے

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب تیمور صاحب۔

Mr. Muhammad Taimoor Shah: Thank you madam Speaker. Madam Speaker, Youth Parliament has been exceptionally a different and very interesting experience. I apologize Umer Riaz, اگر ان کو میری کوئی بات بری لگی ہو۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ آخری دن ہے، مجھے تبریز کی بات بہت اچھی لگی کہ all is well that ends well. میں اچھی یادیں یہاں سے لے کر جانی چاہییں۔ وزیراعظم صاحب میں معافی مانگتا ہوں کیونکہ میں آپ کے خلاف کافی رہا ہوں۔ You are the Leader of the House and I appreciate your

اور واقعی میں آپ کو داد دینی پڑے گی کہ آپ پانچ session نکال گئے۔ ہم نے بڑی کوشش کی commitment آپ کو پریشان کرنے کی۔ ان کی شخصیت سے میں بہت impress ہوں۔ He is the one who accepts other people's point of view اور ان کی میں پانچ sessions تک مخالفت کرتا رہا ہوں لیکن at the end of the day میں ان سے معافی بھی مانگتا ہوں کہ اگر ان کو میری کوئی بات بری لگی ہو اور جودت صاحب کا بھی کافی role ہے وزیراعظم صاحب کے اس کردار کو نبھانے میں۔

اس ایوان کی سب سے زیادہ اچھی بات مجھے یہ لگی، جو چیز میں نے یہاں آ کر سیکھی کہ ہم گرین پارٹی اور بلیو پارٹی کی بات تو کرتے ہیں لیکن جب national issues کی بات آ جاتی ہے، کوئی national issue اگر بلیو پارٹی سے raise ہوتا ہے تو اس میں گرین پارٹی کے لوگ بھی اتنے ہی پرجوش طریقے سے شامل ہوتے اور اگر گرین پارٹی کی طرف سے کوئی resolution آتی ہے جو کہ national issue ہو، اس پر بلیو پارٹی کے لوگ بھی اسی patriotism کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب توصیف عباسی صاحب۔

جناب توصیف عباسی: شکریہ میڈم سپیکر۔ آج آخری دن ہے۔ ہمارا کافی اچھا وقت گزرا۔ پانچ سیشن ہم ساتھ رہے ہیں۔ کافی کچھ سیکھنے کے لیے ملا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی ہے تو مجھے معاف کیجیئے گا۔ میں وزیراعظم صاحب کا بہت شکرگزار ہوں۔ ماشاءاللہ بہت اچھے طریقے سے انہوں نے ایوان کو سنبھالا۔ فہد مظہر علی کو میں نے بہت miss کیا بچھلے دو اجلاسوں میں۔ میں تبریز مری صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بہت اچھے طریقے سے منسب کے فرائض انجام دیے۔ خاص طور پر میں جودت بھائی کا شکر گزار ہوں اور ان سے بھی میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ ان سے میں نے بہت گستاخیاں کی ہیں۔ عاکف بھائی کا بھی میں شکرگزار ہوں انہوں نے بھی ہمارے ساتھ بہت cooperate کیا۔ احمد بلال محبوب صاحب کا شکرگزار ہوں، ان کا اپنا ایک قد ہے اور اپنا ایک role ہے یوتھ کو آگے لے کر جانے میں، میں ان کو بھی appreciate کرتا ہوں کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں اور اس کام کو جاری رہنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مزید بہتری کی گنجائش ہے اور آنے والی parliaments میں اس کو اور بہتر کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے ہم بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ سب کا بہت شکریہ اور انشاء اللہ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی آپ لوگوں سے۔

ایک معزز رکن: میڈم! ایک درخواست ہے، please ask Umer Riaz to summarize in English.

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی اسامہ ریاض صاحب۔

جناب محمد اسامہ ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ چوتھی یوتھ پارلیمنٹ کا آج آخری دن ہے۔ یہ انتہائی نازک صورتحال ہے اور جتنے ارکان اس وقت اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان سب سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ گو کہ یہ ایک انتہائی اہم سوال ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ کیا آپ سب نے غالب فلم دیکھی ہوئی ہے؟ اس desk thumping کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے غالب فلم دیکھی ہوئی ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ عمر ریاض صاحب۔

جناب محمد عمر ریاض: آج چوتھی یوتھ پارلیمنٹ کا پانچواں اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ بلا شبہ میرے لیے ایک باعث فخر بات تھی کہ میں نے یہاں پر بہت اچھے دوست بنائے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ مجھے یہ بھی کہنا پڑے گا کہ میں نے آج تک اپنی academic life میں تقاریر انگریزی میں ہی کی تھیں اس لیے شروع کے sessions میں مجھے اردو بولنے میں دشواری کا سامنا تھا لیکن اب جبکہ میں اردو میں اب کچھ بول لیتا ہوں تو یہ اس یوتھ پارلیمنٹ کی وساطت سے ہے اور یہ بات میں کبھی نہیں بھلا پاؤں گا۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ آپ کا۔ محترمہ ثمن احسن صاحبہ۔

محترمہ ثمن احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں آج آخری مرتبہ آپ سب کے سامنے بول رہی ہوں۔ میں سب سے معذرت چاہوں گی۔ میری ذات سے کسی کو بھی in the House یا ایوان سے باہر بھی کوئی بات بری لگی ہو تو اس کے لیے میں بہت بہت معذرت خواہ ہوں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ سپیکر صاحبہ! آپ مہربانی فرما کر ایک گزارش سن لیں اور میری سب سے سفارش کر دیں کہ سب لوگ یہ بات اپنے دل و دماغ میں بٹھا لیں کہ میرا کسی سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پورے پانچ اجلاس میں نے اپنے اوپر یہ allegation برداشت کیا .inside the House and outside the House شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: دیکھیں جی ڈیڑھ بجے کھانا ہے اور اگر آپ لوگ بولتے رہے تو آپ کے کھانے کا وقت کم ہوگا۔ جی اسامہ محمود صاحب۔

جناب محمد اسامہ محمود: بس تھوڑا سا وقت لوں گا۔ ماشاء اللہ اتنے talented لوگ ہیں اور اتنا اچھا experience دیکھ کر اقبال صاحب یاد آتے ہیں،

نہیں ہے نا امید اقبال اپنے کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

میرے خیال اگر پاکستان میں سیاست کا کلچر بدلے اور ایسے لوگ سیاست میں آئیں تو وہ دن دور نہیں جب پاکستان بھی developed countries میں stand کروں گا۔ میں سب لوگوں، کمیٹی کے ارکان کا، جودت بھائی کا، میڈم ثنا کا اور عاکف بھائی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ جاتے جاتے emotional ہو جاؤں کیونکہ جانے کے لمحات ہیں۔ میں بلال صاحب کو بھی کچھ چیزوں کے بارے میں کہوں گا کہ he is very nice man اور میرے پاس ان کے الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کے vision کو کیسے سلام پیش کروں۔ اگر ایسے ہی visionary لوگ ملک میں رہیں تو ہر اس بندے کو opportunity ملے گی کیونکہ میرے جیسا بندہ تو اس platform تک کبھی نہیں پہنچ سکتا تھا اگر یہ نہ ہوتے۔ .I really like to thank him میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے یا ان کے vision کو سلام کروں۔ At the end میں شمس صاحب کو بھی بڑا credit دیتا ہوں۔ I really miss that کہ میں یہ کہوں کہ اسامہ محمود YP42-PUNJAB22 کیونکہ اب اس کے بعد شاید موقع نہ ملے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جمال نصیر جامی۔

جناب جمال نصیر جامی: میڈم سپیکر! میں صرف ایک بات کہنا چاہوں گا کہ میرے معزز دوست نے یہاں کہا کہ ان کے پاس الفاظ نہیں ہیں احمد بلال محبوب صاحب کے بارے میں کہنے کے لیے تو الفاظ تو میرے پاس بھی نہیں ہیں لیکن میں پھر ایک شعر کہنے کی جسارت کروں گا اور شاید اب ہم یہاں سے جائیں تو دوبارہ نہ مل پائیں اور میرے جو بھی political views تھے اگر ان سے کوئی hurt ہوا ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں اور وہ بیانات وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ میری بھی کوئی political affiliation نہیں ہے۔ احمد بلال محبوب صاحب کے لیے صرف اتنا ہی کیونکہ شاید اب ہم نہ ملیں اور کبھی اگر ان سے ملاقات ہو ،

اے دوستو ملیں تو بس اک پیام کہنا
استاد محترم کو میرا سلام کہنا

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی ساگر کمار کتیجا صاحب۔

جناب ساگر کمار کتیجا: میں اس ایوان کی نظر کچھ الوداعی اشعار پیش کرنا چاہوں گا۔

اے سرزمین پاک کے یاران نیک نام
بہ صد خلوص شاعر آوارہ کا سلام
اے ایوان باوقار میرے دل کی دھڑکنیں
آداب کہہ رہی ہیں تیری بارگاہ میں
تو آج بھی ہے میرے لیے جنت خیال
ہے تو میری ترقی کے ماہ و سال
تیری نوازشوں کو بھلایا نہ جائے گا
ماضی کا نقش دل سے مٹایا نہ جائے گا
تیری نشاط خیز فضائے جواں کی خیر
گلہائے رنگ و بو کے حسیں کارواں کی خیر
دور خزاں میں بھی تیری کلیاں کھلی رہیں
تا حشر یہ حسیں فضائیں بسی رہیں
ایوان با وقار میرے دل کی دھڑکنیں
الوداع کہہ رہی ہیں تیری بارگاہ میں

ایک اور نظم پیش خدمت ہے۔

بربط سوز پر مضراب الم پڑتی ہے
اے خدا جب بھی جدائی کا بیاں ہوتا ہے
زخم گر خشک بھی ہو جائے تب بھی حیرت
داغ ہی لذت رفتہ کا نشاں ہوتا ہے

شکریہ میڈم سپیکر۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب گک، صاحب، ڈپٹی وزیراعظم۔

جناب محمد ظفراللہ: شکریہ میڈم سپیکر۔ دوستوں نے کہا کہ مجھے بولنا چاہیے۔ لہٰذا میں یہ کہوں گا کہ پچھلے جو پانچ اجلاس ادھر گزارے ہیں تو یہ ایک بڑا اچھا experience رہا۔ خاص طور پر پچھلے دو اجلاسوں سے جو بہت اچھے دوست ملے، حماد ملک، حسیب ہاشمی، کاشف یوسف بدر، ان لوگوں کے ساتھ میں نے کافی enjoy کیا اور خاص طور پر طوری صاحب کی جو کتاب ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔ پہلے دو، تین اجلاس میں طوری صاحب کے ساتھ کافی گپ شپ ہوتی تھیں، اگر ان کو کوئی میری بات بری لگی ہو تو میں اس کے لیے معذرت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایوان میں کسی کو بھی مجھ سے کوئی شکایت ہو تو میں اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب عامر عباس طوری صاحب۔

جناب عامر عباس طوری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سپیکر صاحبہ! یوتھ پارلیمنٹ پاکستان کے چوتھے batch کے آخری اجلاس کی جانب ہم بڑھ رہے ہیں اور دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے لہٰذا میں الفاظ کو سمیٹتا چلوں، یوتھ پارلیمنٹ پاکستان میں آنے سے پہلے میرے opinions جس طرح ایک رکن form بھرتے ہوئے لکھتا ہے، ان میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے۔ پہلے ہی میں یوتھ کے role کے حوالے سے optimistic تھا۔ ہم ایک طرف تو مارشل لاء کا رونا روتے ہیں اور جب جمہوری حکومت آتی ہے تو ہم اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک چیز یہاں پر یہ سیکھنے کے لیے ملی کہ how to strengthen the democracy. جب میں یوتھ پارلیمنٹ join کر رہا تھا، میرے بڑے بھائی پہلے batch میں تھے، میں ان سے کافی inspire ہوں اور ان کو دیکھ کر ہی میں یہاں آیا تھا اور میری شروع سے ہی یہ خواہش تھی کہ to get aware of diverse political opinions. انفرادی طور پر ارکان کے ساتھ گپ شپ بھی ہوئی اور کافی دوستیاں بنی اور کافی کچھ سیکھنے کے لیے بھی ملا اور بعض اوقات ایسا لگا کہ واقعی میں Opposition کا leader بن گیا ہوں۔ یہاں پر exile بھی دیکھنے کے لیے ملا لیکن میں دل کی اتھا گہرایوں سے خراج تحسین پیش کروں گا احمد بلال محبوب صاحب کو کہ انہوں نے حقیقتاً بہت محنت کی ہے۔ آج اگر ہم یہاں پر موجود ہیں، اس مارگلہ ہوٹل میں تو انہی کی وجہ سے ہیں۔ یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہاں پر سب نے ان کی تعریف کی ہے، ایسا نہیں ہے، میں دل سے ان کی تعریف کر رہا ہوں۔ جس طرح وہ ایک vision لے کر چل رہے ہیں اور جس طرح grass root level پر انہوں نے کام شروع کیا ہے تو ہمیں بھی یہ عہد کرنا چاہیے کہ جس طرح یہاں کی alumni institutions بنی تو یہ نہ ہو کہ ہم یہاں سے جانے کے بعد ان چیزوں کو بھول جائیں بلکہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا چاہیے اور احمد بلال محبوب صاحب کے شانہ بشانہ چل کر ان کو ہم اپنی طرف سے facilitate کرنے کی کوشش کریں اور مستقبل میں یوتھ پارلیمنٹ کے لیے ہم کچھ کر سکیں۔ یوتھ پارلیمنٹ کا ایک اچھا image دینا چاہیے۔ مختلف politicians کے ساتھ جو meetings ہوئیں ان میں میں نے ایک چیز note کی۔ ہم جہاں بھی جاتے تھے وہ یہی کہتے تھے کہ یہ ابرارالحق والی یوتھ پارلیمنٹ ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ہمیں media میں اور press میں یوتھ پارلیمنٹ کے سیکرٹریٹ کو اور ہمیں بھی یہ چاہیے کہ ہم تھوڑا سا اس کو اجاگر کریں تاکہ لوگوں کو اس کے

بارے میں پتا چل سکے کیونکہ جس حد تک Secretariat pain لے رہا ہے اور جس حد تک کام ہو رہا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ میں ایک نظم سنانا چاہوں گا جو میں نے پارلیمنٹ کے ہاؤس کے باہر پچھلے سال پڑی تھی، اس نظم کا عنوان ہے 'خدا کے قاتل'

وفا کے پیمانے سب بھلا کر
جفائیں کرتے وفا کے قاتل
رسول حق جو امتی ہیں
وہی ہیں آل عبا کے قاتل
یہ اس کی اپنی ہی مصلحت ہے
وہ جسم رکھتا نہیں ہے ورنہ
یہ منصبوں کے غضب کے عادی
ضرور ہوتے خدا کے قاتل

سپیکر صاحبہ! کہنے دیجئے مجھے

نہ امانت نہ دیانت نہ شرافت نہ صداقت
نبی کے ممبر پر آ گئے ہیں نبی کی ہر ایک ادا کے قاتل
امام جن کا یزید ہوگا وہ کیسے جانے حسین کیا ہے
بنے ہیں قاری بلا علاقے یہ لا الہ کی بقا کے قاتل
یہ منصبوں کے غضب کے عادی
ضرور ہوتے خدا کے قاتل

بہت شکریہ میڈم سپیکر۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: میرا ذرا گلا خراب ہے۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گو مجھے شاعری تو نہیں آتی اور شاید میں یہاں پر الوداعی شعر بھی نہ کہہ سکوں لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر جو کچھ ہم نے سیکھا ہے اور یہ ہمارے آخری لمحات ہیں تو اس میں ضرور ایک sentimental feeling تو ہوگی کہ ہم جدا ہو رہے ہیں۔ اگر ہم یہ سوچیں کہ آج ہم یہاں سے سیکھ کر جا رہے ہیں اور ہم کسی بھی field میں جائیں چاہے ہم سیاست میں جائیں یا کہیں بھی جائیں اور ہم اس knowledge کو utilize کرتے ہیں تو انشاء اللہ ہمارے ملک کا مستقبل ہے کبھی تاریک نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ یہاں پر کچھ ارکان سے میری تھوڑی بہت چپقلش رہتی ہے اور کچھ مجھے ویسے ہی کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ تو میں سب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو یا کسی کو میرے کسی فعل سے اختلاف ہو تو میں اس سے معذرت خواہ ہوں اور میں ان کی طرف ایک گرم جوشی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ حفیظ اللہ وزیر صاحب۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: شکریہ میڈم سپیکر۔ باتیں یہاں پر ہو رہی ہیں کہ دل پر کوئی بات نہیں لیں گے لیکن مجھے شاید شکایت آپ سے ہے۔ دو دن ہوئے ہیں کہ آپ کچھ ناراض ناراض سی پھر رہی ہیں۔ مجھے پتا نہیں چل رہا کہ کیوں ایسا ہے۔ میں نے باہر بہت کوشش کی کہ آپ سے معذرت کروں لیکن مجھے موقع نہیں ملا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: لہٰذا میں معذرت چاہتا ہوں۔ اصل میں ہماری nature ہی کچھ یوں تھی کہ شاید وہاں کے لوگ accustomed نہیں تھے ایسے ماحول کے لہٰذا اگر میری کوئی بات خواتین کو بری لگی ہو تو میں اس پر بھی معذرت چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جودت صاحب سے میں خاص طور پر معذرت چاہتا ہوں کیونکہ پہلے چار اجلاسوں میں ان کو نہیں سمجھ سکا لیکن آخری اجلاس میں مجھ میں کچھ نرمی آگئی اور مجھے کچھ سمجھ بھی آگئی۔ (پشتو) (ترجمہ: دل سے مخاطب ہے کہ اتنا مت رو ، وہ دن گزر گئے جب ہم ندی کے کنارے اکٹھا بیٹھتے تھے)۔ آخر میں ایک شعر ہے سب کے لیے،

ہماری یہ دعائیں ہیں تمہاری جو بھی رائے ہیں
لے جائے تمہیں گلشن میں بہار ہیں

میڈم ڈپٹی سپیکر: سپیکر کو اپنا opinion دینے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن آج کا دن ذرا مختلف ہے اس لیے میں آج violate کروں گی Rules of Procedure کو۔ تمام Steering Committees ارکان جناب، احمد بلال صاحب، محترمہ آسیہ ریاض صاحبہ، اور دیگر ارکان کا بہت شکریہ۔ جوگزئی صاحب کا بہت شکریہ، ان سے مجھے سیکھنے کا بہت موقع ملا۔ Secretariat, that was like my backbone always guiding me specially Jowdat bhai, Aqif sahib and Shams sahib and Sana has always been a constant support in the past two session as well. ظفر صاحب! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیشہ میری مدد کی اور آپ لوگوں کا بھی بہت شکریہ کہ آپ لوگوں نے جو مجھے patience سکھایا، خدا کی قسم مجھے کہیں اور سیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ I can listen to hours and hours about any thing now. اب مجھے پتا چلا ہے کہ خاموش رہ کر کیسے سیاست کی جاتی ہے۔ I will always miss my protocol from the Sergeant at Arms, ان کا بھی بہت شکریہ and I can proudly say that I have friends all over Pakistan. اگر کسی کو کبھی بھی میری کوئی بات بری لگی ہو یا میں نے کبھی کسی کی زیادہ عزت افزائی کر لی ہو تو میں اس کے لیے بہت معذرت ہے۔ آپ سب کا بہت شکریہ۔ ایوان کی کارروائی آج ڈھائی بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔ شکریہ۔

(At this state the House was then adjourned to meet again today at 2:30 P.M.)

(The House was reassembled after a break at 2:30 P.M.)

میڈم ڈپٹی سپیکر: ہمارے پاس کچھ ارکان کی چھٹی کی درخواستیں ہیں۔ ساگر کمار کتیجا صاحب کی تین دن کی leave ہے from 19th to 22nd September, 2012 اپنی پڑھائی کی مصروفیات کی وجہ سے۔ کیا ایوان رخصت منظور کرتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب محمد حامد چوہدری صاحب چار دن نہیں آ سکے اپنی پڑھائی کی مصروفیات کی وجہ سے، کیا ایوان رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: یاسر ریاض صاحب تین دن نہیں آ سکے اپنی نجی مصروفیات کی وجہ سے۔ کیا ایوان رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: محترم انم ضیا صاحبہ ایک دن نہیں آ سکی تھیں اپنی طبیعت کی ناسازی کے باعث۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: کاشف یوسف بدر صاحب دو دن نہیں آ سکے تھے اپنی professional commitment کی وجہ سے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: سلمان خان شنواری صاحب چار دن نہیں آ سکے اپنی academic مصروفیات کی وجہ سے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: فہد مظہر علی صاحب اپنی family commitment کی وجہ سے اس پورے اجلاس شرکت نہ کر سکے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی سپیکر: ہمارے ساتھ ایک مہمان شریک ہوں گے، ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ مہمان ہیں ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی صاحب، he is one of the great scientist, we have with us. یوتھ پارلیمنٹ کے فورم کو اور کیسے بہتر بنایا جا سکتا ہے، آپ لوگوں کے serious opinion اس حوالے سے درکار ہیں۔ اگر کوئی رکن اس حوالے سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو وہ بول سکتا ہے۔ جی محترمہ شہیرہ جلیل الباسط صاحبہ۔

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہر یوتھ پارلیمنٹ میں 60 member select ہوتے ہیں تو اس میں 60 کے بجائے 50 بھی ہو سکتے ہیں لیکن while interviewing kindly maintain a certain standard of selection because few of us including me, may be, have still not been able to legislate as effectively as I was expecting. May be after every session, you need to have a check کہ کس نے کتنی

legislation کی ہے۔ پھر آپ دیکھیں کہ اگر کسی رکن نے legislation میں کم participationکی ہے تو آپ اس رکن سے بات کر سکتے ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب کاشف یوسف بدر صاحب۔

جناب کاشف یوسف بدر: شکریہ میڈم سپیکر۔ میری suggestion یہ ہے کہ یوتھ پارلیمنٹ کا اجلاس اسلام آباد کے علاوہ کسی اور بڑے شہر میں مثلاً لاہور، کراچی، کوئٹہ یا پشاور میں بھی ہونا چاہیے، اگر ممکن ہو سکے تو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک رکن سے میں تھوڑا سا اختلاف کروں گا کہ member select کرتے وقت criterion check کرنا چاہیے۔ میں جب یہاں selection کے لیے آیا تھا تو مجھے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں اور اس کے کون head ہیں اور میری selection general knowledge کی basis پر ہوئی تھی اور میں نے زندگی میں کبھی، 28 سال میری عمر ہو گئی ہے، کبھی میں سکولاور کالج میں debate نہیں کی، کبھی میں نے کوئی presentation نہیں دی۔ مگر اس کے با وجود ادھر آ کر میں اتنا کچھ سیکھا ہے ورنہ میں نے نہ تو کبھی کچھ لکھا تھا اور اب اگر کچھ لکھا بھی ہے جو اخبارات میں بھی آیا ہے اور وہ میں نے صرف یہاں پر لوگوں کے تجربات سے سیکھ کر لکھا ہے۔ شکریہ۔

محترمہ انم ضیا: جس وقت selection ہوئی تھی، جو selection procedure تھا اس میں بہت زیادہ clarity تھی، وہ بہت اچھا procedure تھا and in fact favouritism بالکل نہیں تھا۔ In fact یہاں پر کئی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی مائک میں نہیں بولا ہوگا اور میں نے بھی کبھی زندگی میں کوئی تقریر نہیں کی۔ So, that does not mean I can't talk. مگر میرے خیال میں سب کو موقع ملنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ transparency بالکل نہیں ہے۔

Madam Deputy Speaker: Ladies and gentlemen we have our honourable guest with us, Mr. Ijaz Shafi Gillani, Chairman Gallop, Pakistan. Dr. Ijaz Shafi Gillani is the Chairman and the Chief Executive of the Gallop Pakistan. He is Ph.D. in Political Science from the Massachusetts Institute of Technology (MIT), USA. He has also served as an Advisor to Prime Minister and the Chairman of the Prime Minister's Committee for Research and Analysis from 1991-93. Dr. Gillani has directed electoral studies for all local bodies and national elections since 1971. Sir, it is an honour to have you here with us. If you can please enlighten us about your views.

ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی: مجھے یاد آیا کہ میں تو پارلیمنٹ کی setting سے بھی بہت outdated ہوں۔ آپ لوگوں میں سے بہت سے لوگ اس زمانے میں پیدا ہوئے ہوں گے جب میں پارلیمنٹ میں جاتا تھا۔ پارلیمنٹ میں شاید اتنی tradition نہیں ہے کہ وہ کسی academic کو بلا کر یعنی یونیورسٹی کے کسی پروفیسر کو بلا کر کوئی اس طرح کی تقریر کروائیں اگرچہ وہ کمیٹیوں میں شاید کرواتے ہوں گے، آپ کو بہتر معلوم ہوگا۔

پارلیمنٹ کے بارے میں میں کافی سوچتا رہتا ہوں ان دنوں۔ اس لیے کہ ملک کی سیاست میں جو گفتگو سب سے زیادہ شدت کے ساتھ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نوجوان کیسے ملک کی politics کو بدل دیں گے۔ ملک کی سیاست میں گزشتہ ایک سال میں جو تبدیلی آئی ہے اس میں بھی جو نوجوانوں کی رائے ہے وہ باقی رائے

سے کچھ فرق رکھتی ہے۔ جو چیز میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا اس بیس منٹ میں اگرچہ چند منٹ کی میری وجہ سے بھی تاخیر ہو گئی، اس میں اس پر گفتگو ہو سکے گی۔ شاید ہم نوجوانوں کے role کے بارے میں کچھ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور خود نوجوان کیا ہیں اور ہمیں کیسے ان کا حساب کتاب لگانا چاہیے۔ اس میں بھی پہلی سوچ میں ممکن ہے کہ صحیح نتیجے پر نہ پہنچتے ہوں کیونکہ اگر میں آپ سے پوچھوں کہ نوجوان کس عمر سے شروع کیا جائے اور کس عمر پر ختم کیا جائے تو ہمیں مختلف آرا یہاں ملیں گی۔ ہم خود بھی جب اس عمر میں تھے تو نوجوانی کی عمر وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتی جاتی تھی۔ کبھی میرا خیال ہوتا تھا کہ بیس سال کا ہی نوجوان ہوتا ہے۔ پھر ہمیں یہ خیال ہوا کہ نہیں پچھیس سال کا نوجوان ہوتا ہے۔ پھر جب ہماری عمر کچھ بڑھنے لگی تو ہمیں خیال آیا کہ اس کو پینتیس پر ہی کیوں نہ پہنچا دیا جائے۔ پھر محسوس ہوا ہے نوجوانی کی حدود سے باہر نکلنے کے لیے تو شاید پچاس سال کی حد زیادہ موزوں ہے۔ اس لیے یہ کچھ مشکل ہے۔ ویسے ایک عمر میں کہیں میں بچوں کے بارے میں پڑھ رہا تھا کہ ایک پانچ سال کا بچہ تھا تو اس نے کہا there is man here and one child جو پانچ سال سے چھوٹا تھا تو پانچ سال کا بچہ بھی کبھی اپنے آپ کو man یا پانچ سال کی بچی بھی اپنے آپ کو woman کہلانے میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں یا ان کے والدین فخر محسوس کرتے ہیں۔

گزشتہ دنوں جو electoral roles کے نتیجے میں اعداد و شمار آئے ہیں وہ بھی ویسے کافی حد تک درست بھی ہیں اور ان سے یہ چیز صحیح پس منظر میں آ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس وقت اگر ہم یہ کہیں کہ بالغ ہونے کی ایک حد ہے یعنی 18 سال کہ جس کے بارے میں شاید کم گفتگو ہوتی ہے یا جھگڑا ہوتا ہے یا اس پر مختلف آرا نہیں ہوتیں۔ عام طور پر 18 سال کو ہم بالغ کہہ دیتے ہیں۔ تو اگر 18 سال سے اوپر کی آبادی کو دیکھا جائے تو اس میں سے 20% وہ ہیں جو 18 سے 25 سال تک ہیں اور مزید 28% وہ ہیں جو 26 سے 35 سال تک ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بالغ آبادی میں سے 18 سال سے زیادہ عمر والوں کی آبادی میں 48% وہ ہیں جو 35 سال تک کی عمر کے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کچھ اس حدود پر پہنچنا شروع ہو گئے ہوں جو 25 سال سے آگے کی ہو اور ان کی اب خواہش یہ ہو کہ 35 سال تک تو نوجوان رہنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بالغ آبادی کا نصف تو یہ نوجوان ہیں اور باقی نصف میں بھی شاید صرف 10% ہیں جو 60 سال سے اوپر ہیں اور وہ بھی پھر 35 سے لے کر 60 سال تک کے age group میں ہیں۔ ہم 18 سال سے لے کر 35 سال تک کے لوگوں کو نوجوان کہیں اور ان کے لیے کوئی علیحدہ سوچیں یا یہ زیادہ موزوں ہے یا ہم یہ کہیں کہ 18 سال سے اوپر کی تمام آبادی کے لیے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو درست ہونی چاہییں۔ یہ میں اس لیے بھی کہہ رہا ہوں کہ اس میں ایک طبقاتی تقسیم بھی ہے۔ بہت سے طبقے معاشرے کے ایسے ہیں جن میں 18 سال کے بعد دراصل ایک شخص اپنی معاشی زندگی کا، اپنی سماجی زندگی کا ایک اتنا ہی رکن بن جاتا ہے جتنا کوئی اور ہے۔ ایسے سماجی طبقات جن میں 18 سے کر 25 سال تک کے لوگ ہوں وہ کافی ہیں۔ یعنی 20% آبادی ہے۔ اس کا مطلب ایک بہت بڑا طبقہ ہے وہ، وہ بہت بڑے سال ہیں، سات، آٹھ سال ہیں اور بعض اوقات 25 سال سے لے کر 30 سال کے کچھ لوگ ایسے ہوں جو اپنی اقتصادی زندگی اور سماجی زندگی کے پورے کے پورے رکن نہ ہوں، اس کی تمام ذمہ داریوں کو نہ سنبھالتے ہیں۔ یہ شاید طبقاتی

طور پر چھوٹا طبقہ ہے۔ معاشرے کا بڑا طبقہ وہ ہے جو 18سال اور اگر بعض مجبوریاں ہوں تو 18 سال سے قبل بھی ماں باپ اسے یہ کہتے ہیں کہ اب تم آدمی ہو گئے ہو، بڑے ہو گئے ہو، اگر عورت ہو تو اس کی شادی ہو جانی چاہیے۔ مرد ہو گئے ہو تو کمانا چاہیے۔ ایک بڑا طبقہ یہ ہے۔ اس لیے جب ہم بہت سے نوجوانوں کی تحریکوں پر ، نوجوانوں کے لیے مخصوص معاملات پر سوچتے ہیں تو ایک چھوٹا طبقہ ہمارے پیش نظر ہوتا ہے، جو شاید پورے معاشرے کا 10 فیصد بھی نہیں ہے تو آپ اس بیس فیصد اور اس 28 فیصد میں سے کوئی دس فیصد بہ مشکل ہے جس کی ہم تصویر کشی کر کے نوجوانوں کے لیے کوئی علیحدہ لائحہ عمل سوچ رہے ہوتے ہیں۔ میرا بنیادی نقطہ یہ ہوگا کہ ہم 18 سال سے اوپر کو ایک بالغ شہری سمجھیں اور اس بالغ شہری کو کوئی سیاستدان بچہ کہہ کر سیاسی معاملات سے علیحدہ بھی نہ کر رہا ہو۔ کوئی کاروبار اسے بچہ کہہ کر ذمہ داریاں دینے سے انکار بھی نہ کر رہا ہوں، کوئی خاندان اسے بچہ کہہ کر خاندان کی اہم ذمہ داریوں سے علیحدہ بھی نہ کر رہا ہو، اور بہت سے دیگر لوگ اسے بچہ کہہ کر اس کی بلوغت نظر اور صلاحیتوں کو حقیر نہ کر رہا ہو کیونکہ بہت سے تجربات اور بہت سے سائنسی علوم یہ بتاتے ہیں کہ 18 سے 20 سال کے لگ بھگ ایک شخص جو بلوغت، maturity سوچ کی بھی ہوتی ہے، وہ بڑی حد تک ایک بڑے مقام پر پہنچ گئی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کا استعمال ہوتا ہے، اس میں refinements ہوتی ہیں لیکن 18 سے 20 سال تک ایک شخص جب پہنچتا ہے تو اس کے بہت سے جسمانی اعضا بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی اور پختگی بھی اس کی زندگی کی معراج کے بہت قریب پہنچ گئی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ہم نے ایک ایسے دور میں جس دور میں ہم سوسائیٹی کے ایک چھوٹے طبقے کو ہی پوری سوسائیٹی سمجھتے تھے اور اس دور کا ایک یہ بھی شاخسانہ ہے کہ ہم نے بالغ لوگوں کے بارے میں اس طرح سوچا کہ یہ معاشرے میں بہت کردار ادا کریں گے اور دوسری طرح کے بالغ لوگوں کے بارے میں ہم نے سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ یہ جو محدود بالغ ہے، اس کی تعلیم کے مراحل کو، اس کی زندگی میں شرکت کے مراحل کو، ہم نے ایک postponed period دے دیا۔ چنانچہ وہ 28 سے 30 سال تک بھی بچہ بنا رہتا ہے۔ 18 یا 20 سال کے بعد بھی اسے کہتے ہیں کہ یہ تو ابھی بچہ ہے۔ چنانچہ اس کا سیاست میں کوئی کردار نہیں ہوتا، اس کا گھریلو معاملات میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، اس کو زندگی کے اور معاملات میں حصہ نہیں لینے دیا جاتا اور یہ کہا جاتا ہے کہ ابھی بہت وقت پڑا ہے۔

میرا پہلا نقطہ تو یہ ہے کہ آپ یہ تمام سرگرمیاں ضرور کریں لیکن ان سرگرمیوں میں آپ یہ سوچیں کہ یہ ایک بالغ شہری کے طور پر یہ ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں اور اس بالغ شہری میں اگر آپ نے اس کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کی زیادہ اہمیت ہے بجائے محدود کرنے کے۔ جب ہم کبھی عمر کے لحاظ سے یا طبقے کے لحاظ سے بہت مخصوص ہو جاتے ہیں تو ہم بہت محدود بھی کر لیتے ہیں۔ لہٰذا عمر کے لحاظ سے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ طبقاتی لحاظ سے اس کو وسیع کر لیں کیونکہ جیسے کوئی شخص جب 18 سال یا 20 سال کے قریب ہوگا تو وہ اس وقت تک کافی پختہ ہو گیا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے پختگی محض بی اے پاس کر لینے سے یا ایم اے پاس کرنے لینے سے یا انجینئر یا ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کر لینے سے پختگی نہیں آتی۔

جیسے عمر کی کوئی قید نہیں ہے پختگی کے لیے اور معاشرے میں کردار ادا کرنے کے لیے، اسی طرح سے تعلیم کی بھی کوئی قید نہیں ہونی چاہیے۔

ہمارا جو دوسرا تعصب ہے وہ پہلے تعصب سے بھی زیادہ گہرا اور نقصان دہ ہے۔ اتنا گہرا اور نقصان دہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں بھی یعنی 2002 میں جب پورے پاکستان میں بہ مشکل پانچ سے دس فیصد کے درمیان کہیں وہ figure تھی، پوری ملک میں بی اے کی ڈگری رکھتے تھے اس کے باوجود اس ملک میں ایک بھاری اکثریت جو تقریباً 80% یا اس سے بھی زائد اس بات کی حمایت کر رہی تھی ہمارے surveys میں کہ صرف بی اے پاس ہی کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت ہونی چاہیے۔ میری جنرل مشرف سے ایک ہی مرتبہ دو بدو ملاقات ہوئی تھی جب انہوں نے 2002 سے پہلے کے انتخابات سے پہلے کی تھی، جو ایوان صدر میں ہوئی تھی اس میں 40, 50 لوگوں کو بلایا تھا، اس meeting کے بعد اسی وقت یہ survey بھی ہوا تھا، ہم نے علیحدہ بیٹھ کر اس پر بھی گفتگو کی اور مجھے ان کے چہرے کی کوئی بامعنی لیکن بہت زیادہ معصومانہ مسکراہٹ نہیں تھی جو انہیں اس survey کے نتائج کو سن کر حاصل ہوئی۔ چونکہ یہ آسان ترین نسخہ تھا۔ ملک کی بیشتر آبادی کو سیاست سے disenfranchise کرنے کا کہ کوئی ایسی چیز جس کو رکھنے والے ملک میں پانچ فیصد ہوں۔ اگر آپ سیاست کو اس تک محدود کر دیں تو کسی فوجی کو جس کو مختلف طریقے چاہیے ہوتے ہیں کہ وہ disenfranchise کیسے کرے۔ اس لیے ان کے چہرے پر وہ تاثر تھا۔ میں نے ان کو اس کے نتائج بتا کر کہا کہ میں اس کا مخالف ہوں۔ میں اس 20%, 15% میں ہوں، میں نے اس چھوٹی سی ملاقات میں بھی یہ موقع نہیں جانے دیا اور میں نے کہا کہ میں اس کا مخالف ہوں کیونکہ میرے خیال میں یہ politics کو محدود کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن بہرحال survey کے نتائج یہ ہیں کہ 80% سے زائد اس کی حمایت کرتے ہیں۔ جب پارلیمنٹ نے اس شق کو منسوخ بھی کر دیا اور اب بھی ہم survey کرتے ہیں تو ہمیں وہی 80%, 70% کے قریب لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ہمارے ذہن میں یہ بات بہت پختہ ہے کہ بعض طرح کی پختگی اور صلاحیت محض مروجہ تعلیم حاصل کرنے سے، کوئی certificate لے لینے سے یعنی بی اے اور ایم اے کی ڈگری سے حاصل ہوتی ہے اور معاشرے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لینے کا ذہنی طور پر بھی یہ ایک بہت ہی آسان نسخہ ہے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں کہ اس 14 سال کی brain washing سے معاشرے کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بڑھتی نہیں ہے بلکہ کم ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی اگر بعض governance کے issues پر پوچھا جائے تو میری ذاتی رائے یہ ہوگی کہ ایک بچے کو جب ہم دوسال کی عمر میں کوششیں کرتے ہیں کہ انہیں ایک بہت ہی محدود brain washing میں ڈال دیا جائے بجائے اس کے کہ معاشرے کے تمام اثرات اس پر ہو رہے ہوں ہم اسے صبح گھر سے نکالیں پھر ایک جگہ ڈال دیں، وہ اپنے جیسے ہی 30 ,25 ,20 لوگوں کے ساتھ، اسی طرح کہ کچھ ایسے اساتذہ کے ساتھ ہو جن کی پختہ اور ناپختہ سوچ ان پر مسلسل hammer کر رہی ہو۔ پھر جیسے جیسے عمر بڑھتی جائے، ہم صبح سے دوپہر تک بھی کام کریں، پھر ایک اور ٹیچر آ جائے، پھر شام کا ایک اور حساب کتاب ہو جائے، یعنی ہم انہیں باقی معاشرے سے کاٹ کر اور باقی معاشرے سے کافی مختلف ہو کر، جو ایک brain washing یا hypnotize کرنے کا طریقہ سے کرتے رہیں۔ اس کی زبان بدل جائے، اس کا لباس بدل جائے، اس کے طور و اطوار بدل

جائیں اور پانچ فیصد رہ جائیں، باقی کسی طریقے سے چھٹ جائے اس میں سے۔ یہ پانچ فیصد باقی 95% کی زبان سے، لباس سے، طورواطوار سے، مسائل سے، چیزوں سے، اس کی صلاحیت میں اس دوران اضافہ ہوتا ہے یا کمی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں تو کمی ہو جاتی ہے اور کمی اس وقت اور بھی زیادہ ہوتی ہے جب وہ ذہنی طور پر اس کا قائل ہو کہ یہ طریقہ درست ہے اور باقی کچھ غلط ہے۔ یہ طریقہ باعزت اور باقی کچھ کم عزت کا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عمر کے دائرے کو ذرا وسیع کر لیں تو بہتر ہے۔ یعنی جس میں 18 سال سے اوپر ایک ہی category بنا لیں، بالغ شہری کی اور اس بالغ شہری میں یہ بہت زیادتی ہے کہ 35 سال کی عمر تک ہم اسے بہت سی چیزوں سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ پرویز مشرف صاحب کا جو مقصد تھا معلوم نہیں کہ وہ کس حد پورا ہوا یا نہیں ہوا لیکن یہ ضرور ہوا کہ 35 سال کی عمر سے کم لوگوں کو کچھ حصہ پارلیمنٹ میں مل گیا اور میرے خیال میں وہ حصہ اس کے بہتر حصوں میں سے ہے۔ یعنی اگر 35 سال سے کم عمر کے لوگ 48% آبادی میں ہیں تو کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ وہ زندگی کے باقی شعبوں میں ان کا تناسب آدھا نہ ہو۔ انہیں ہم کیوں ایک لمبے عرصے تک محروم رکھیں۔ 40 سال کی عمر میں تو پیغمبری بھی مل جاتی تھی۔ ہم انہیں کیوں اس کا انتظار کرواتے ہیں۔ کل بھی میرے پاس LUMS کے browsing centre کا brochure آیا تھا، اس میں میں نے دیکھا کہ جو پروفیسر بے چارے جب LUMS شروع ہوا تھا تو وہ اس میں بھی تھے، جو بہت قابل تھے، پڑھائی میں اچھے ہیں، Dean بھی رہ چکے ہیں لیکن ان کے نام کے ساتھ Associate Professor لکھا ہوا ہے کیونکہ ہم نے ایک قائدہ بنا لیا ہوا ہے کہ جب تک 50 سال کی عمر تک نہیں پہنچتے ان کو بے چاروں کو پروفیسر نہیں بنانا۔ اسی طرح سے جب تک لوگ 50 سال کی عمر تک نہیں پہنچتے وہ پارلیمنٹ کے رکن نہیں بن سکتے۔ اگر وہ بہت قابل بھی ہیں تو انہیں کسی ادارے کا سربراہ کیوں بنا دیں۔ میرے خیال میں یہ ایک غیر ضروری بات ہے کہ ہم عمر طوالت کا انتظار کرتے رہیں اور ایک لمبے عرصے تک انہیں یا تو بچے کہتے رہیں یا نوجوانی کے پردے میں بچہ کہتے رہیں۔

ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ وہ بالغ لوگ ہیں، وہ پختہ عقل ہو چکے ہیں، بہت سی چیزوں میں ہم انہیں برابر کا موقع دیں اور برابر کے موقع میں زندگی کے جو عملی کام ہیں ان میں عمر کو بہت بڑی border line نہ بنائیں۔ بعض کام صرف تجربے سے آتے ہیں، جنہیں ہم کہتے ہیں کہ وہ بزرگی کے کام ہیں کیونکہ اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بزرگی بھی بہت عرصے تک نہیں آتی۔ لہٰذا جو بزرگ ہیں وہ بھی بچوں کی طرح اپنا عمل رکھتے ہیں یا نوجوانوں کی طرح لگے رہتے ہیں ویسے کے ویسے ہی اور جو نوجوان کو زندگی کے اہم معاملات میں شریک نہیں کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ جب آپ بوڑھے ہوں گے تو آپ کو موقع ملے گا۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہم بالغ شہریوں کے بارے میں گفتگو کریں۔

بالغ شہریوں کی شرکت کو ہم نے بہت محدود کی ہوا ہے۔ ملک کا کاروبار جو پارلیمنٹ کے مشورے سے چلنا چاہیے یا چلتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اسے بہت ہی محدود رکھا ہوا ہے۔ پارلیمنٹ میں 300 لوگ قومی اسمبلی میں ہیں، اس سے دگنے صوبائی اسمبلیوں میں ہیں اور سینیٹ میں 104 ہیں تو یہ تقریباً 1100 ہیں۔ لہٰذا 1100 positions ہیں جن کے لیے لوگ compete کرتے ہیں۔ آبادی 18 کروڑ کی ہے جس میں سے

09 کروڑ بالغ ہیں تو 09 کروڑ بالغ شہریوں میں سے ہم صرف 1100 لوگوں کو یہ موقع دینا چاہتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں بیٹھیں اور اس طرح سے ملک کی governance میں اپنا کردار ادا کریں۔ ان 1100 لوگوں کو بھی ہم کہتے ہیں کہ آپ کے پاس صرف قانون سازی کا حق ہونا چاہیے اور باقی حکومت چلانے میں آپ کا اختیار نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اور چیز جس کا میں بہت حامی بھی نہیں ہوں کہ ان کو جو پانچ کروڑ روپے دیے جاتے ہیں ہر سال کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق خرچ ہو جائیں تو یہ بھی اگلے انتخابات کے بعد سے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میں parliamentarians کے so called discretionary development budget کی بات کر رہا ہوں۔

ویسے ہمارے پاس Grade 17 25000 سے اوپر کے افسران ہیں، ہمارے پاس 25000 commissioned officers ہیں۔ ہم ملک کا نظام چلانے کے لیے اور حکومت کرنے کے لیے 50000 officers and 1100 politicians رکھیں گے اور یہ جو 1100 politicians ہیں انہیں بھی صرف پانچ شہروں تک محدود رہنا چاہیے یعنی اسلام آباد اور چار صوبائی دارالحکومت۔ باقی میں ان کی دخل اندازی وہ اس حد تک ہونی چاہیے کہ وہ ان علاقوں میں کبھی کبھار چلے جائیں اور تمام شکایات سنیں اور شکایات کے لیے ایک پوسٹ آفس بنے تاکہ ملک کے حکمرانوں تک وہ شکایات پہنچا دیں۔ ہمارا تصور پارلیمنٹ کے بارے میں اس وقت کم و بیش عملی طور پر یہ ہے کہ ہم اس میں بہت ہی محدود طبقے کو شامل کرنا چاہتے ہیں اور باقی تمام آبادی اسی کو جائز سمجھتی ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ان کے ہاتھ میں اقتدار ہو، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں کچھ محدود قانون سازی ہو اور ہم انہیں پانچ شہروں میں جو ملک کے 470 شہر ہیں، 45000 گاؤں ہیں، ان 45000 گاؤں اور 470 شہروں میں بھی اس نوعیت کی کوئی چیز نہ ہو۔ پھر ہم کافی خوش ہوتے ہیں کہ یہ جمہوریت ہو جائے گی۔

میرے خیال میں پاکستان کے شہریوں کو ایک دوسرے سے بدظن ہونے کی بجائے ایک age دوسری age سے بدظن رہے، 25 سال والے سے یہ کہیں کہ 35 سال والے بوڑھے ہو گئے ہیں اور 35 سال والے یہ کہیں کہ 50 سال والے بوڑھے ہو گئے ہیں اور 50 سال والے یہ کہیں کہ 65 سال والے بوڑھے ہو گئے ہیں، اس کی بجائے ہم age کی قید نہ رکھیں اور اسی طرح سے ہم تعلیم کی قید بھی نہ رکھیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کون مسائل کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ بہت سے پارلیمنٹ کے ارکان مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم وہاں کچھ خاص نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہم کو انگریزی نہیں آتی۔ جب ہم survey میں پوچھتے ہیں کہ کتنے لوگ انگریزی کا signboard بھی پڑھ سکتے ہیں اسلام آباد کی شاہراہوں پر تو وہ کوئی 10% سے 15%کے قریب ہیں۔ ہم نے تو 40, 50 سال تک اسلام آباد کی شاہراہوں کو پورے ملک کے لیے اجنبی رکھا ہوا تھا لیکن اب مشکل سے پچھلے تین یا چار سال میں نام بھی اردو میں لکھے جانے لگے ہیں اور وہ بڑے بھدے سے لگتے ہیں ان کو جو یہاں کے پرانے رہنے والے ہیں۔

ہم اپنی سوچ سے جب اس طبقاتی تقسیم کو اور جن ذرائع سے ہم نے اس طبقاتی تقسیم کو گہرا کیا ہوا ہے، ہم نے اسے زبان کے ذریعے سے، لباس کے ذریعے سے، لہجے کے ذریعے سے، تعلیم کے معیار کے لحاظ سے، تعلیم کی نوعیت کے لحاظ سے۔ یہاں آنے سے پہلے میری ایک قریبی دوست سے فون پر گفتگو ہوئی، ان کا تین چار دن پہلے operation ہوا تھا، وہ کہنے لگے کہ جمع کی شام کو جب میں نکلا تو میں ہسپتال نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ شاہراہوں پر بہت سے نوجوان مدرسے کے بچوں کی سرکردگی میں نکلے ہوئے

تھے، ان کا یہ کہنا تھا کہ وہ ڈنڈے لیے ہوئے کھڑے تھے، اب پتا نہیں ان کا یہ کہنا درست تھا یا غلط تھا، اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے آپ کو آگے نہیں جانے دینا۔ میرا یہ خیال ہے کہ ہم جدید زمانے میں اگر اس عمر کی قید کو، تعلیم کی قید کو، زبان کی قید کو اتنی ہی اہمیت دیتے رہے تو اس ملک میں ڈنڈے کا راج ہوگا۔ اس ملک میں ڈنڈے کا راج اس لیے ہوگا کہ جب آپ اتنی حقارت سے کسی کے چہرے کو، کسی کے لباس کو، کسی کی زبان کو، لمبے عرصے تک دیکھتے رہیں اور ویسے اس کے پاس طاقت آ جائے، ویسے اس کے پاس موبائل فون آ جائے، ویسے اس کے پاس سڑک آ جائے، ویسے اگر construction ہوگی تو وہ پیسے بھی کما لے گا۔ اگر باہر سڑک توڑ کر بنانے کی ضرورت ہوگی تو وہ overseas بھی چلا جائے گا، وہ دنیا بھر میں گھوم لے گا تو ہمارے ہاں جو محدود طبقہ ہے، جس کا میں بزرگ ہوں اور آپ نوجوان ہیں، وہ اگر اپنے آپ کو چھوٹے سے چھوٹا کرتا جائے گا اور معاشرتی تبدیلیاں باقی آبادی کو مضبوط تر کرتی جائیں گی۔ آج سے سو سال پہلے، ڈیڑھ سو سال پہلے، پچاس سال پہلے بھی یہ ممکن تھا کہ ایک ملین سے کم انگریز اس برصغیر کو جس میں اس وقت 1500 million رہتے ہیں، بلکہ جب وہ اپنی معراج پر تھے تو وہ دو لاکھ سے زیادہ گورے انگریز نہیں تھے۔ ایک ایسی آبادی کو جو 1500 million کی ہے آج، اس پر حکومت کرتے تھے اور جو ICS and CSP officers تھے وہ چند سو میں ہوتے تھے اور ان کا total club 500 officers کا تھا، یہ figure 1970 تک کی ہے۔ اب بھی اس میں بہت زیادہ تعداد نہیں ہے۔ یہ اس وقت ممکن تھا۔ جتنی بڑی معاشرتی تبدیلی دنیا بھر میں نئی technology کی وجہ سے آئی ہے، اس میں اگر لوگ اپنے آپ کو چھوٹے طبقوں میں تقسیم کر لیں گے تو اس چھوٹے طبقے کا اپنا مستقبل بہت تاریک ہے اور اس کے معاشرے کا مستقبل اس لیے تاریک ہے کہ جتنا سماجی پھیلاؤ بڑھتا جائے گا، حکومت کرنے کے ادارے چھوٹے رہیں گے، اسی کو ہم unrest and terrorism کہتے ہیں۔ اس میں ایک بہت طویل مضمون اسی موضوع پر لکھا ہے جو میں بلال صاحب بھیج دوں گا اور اس پر میں ختم کرتا ہوں کہ ?why are 180 million Pakistanis restless اور یہ restlessness 25 سال سے نیچے کے لوگوں میں ہی نہیں ہے، یہ 35 سال کی عمر سے نیچے ہی نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے 18 کروڑ پاکستانی restless ہیں اور اس restlessness کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آبادی میں حرکت آ گئی ہے جبکہ governance ادارے منجمد تھے۔ یہ ایک mobilized society اور ایک paralyzed and frozen Government's structure اس پر مشتمل ہے۔ جب تک governance کے structure 1100 politicians and 50,000 officers کی نظر سے دیکھتے رہیں گے، جس میں سے یہ 1100 جن کا 18 کروڑ سے کچھ رابطہ ہے وہ بھی نسبتاً ایک حقیر طبقہ ہوں گے، اس وقت تک اس ملک میں restlessness ہوگی۔

آپ کا نوجوانوں کے طور پر، پڑھے لکھے کے طور پر اور اس سے زیادہ پاکستان کے شہریوں کے طور پر میرا خیال ہے یہ فرض ہے کہ یہ سوچ وچار کریں کہ آپ کیسے اس restlessness سے ملک کو اور ملک کی آبادی کو ایک اطمینان کی کیفیت میں لا سکتے ہیں۔ اس کے لیے جو عربی کے روائیتی literature میں اور اسلامی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور ایک دلچسپ اصطلاح ہے اور وہ ہے، سعادت کی۔ اس کا ترجمہ کرنا مشکل ہے۔ ابھی میں کھانے پر بچوں کے ساتھ بیٹھا ہوا گپ شپ مار رہا تھا۔ امام غزالی کی بھی ایک کتاب ہے جو بہت استعمال ہوتی تھی، کیمیائے سعادت، کہ سعادت کی کیمسٹری کیا ہے اور لفظ سعادت

اسی restlessness کا opposite ہے۔ ہم کیسے ایک restless معاشرے کو ایک پرسعادت معاشرے میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ غور و فکر کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Let us move towards Question and Answer session now. Yes, Jamal Jami sahib.

جناب جمال نصیر جامی: میرا تعلق کراچی سے ہے اور میں کراچی یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں۔ آپ کے introduction میں ایک بات رہ گئی تھی کہ آپ 1969 میں کراچی یونیورسٹی کی Student Union کے President بھی رہے ہیں۔ میں یہ سوال کرنا چاہ رہا تھا کہ 2004-05 سے لے کر 2010 تک میں student activist بھی رہا ہوں اور طلباء یونین کی بحالی کے لیے ہم نے مظاہرے بھی کیے اور ماریں بھی کھائیں اور بہت کچھ کیا۔ اس کے بعد یہ ہے کہ طلباء یونین بحال ہو گئی لیکن انتخابات نہیں ہو رہے ہیں۔ سنہ 2011-12 کے بعد ہم نے legislation اور دوسری چیزیں بھی کیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہم طلباء یونین کی حتمی بحالی کے لیے کیا کر سکتے ہیں کہ اس کے انتخابات ہو جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو private students ہیں ان کی تعداد کئی گناہ زیادہ ہے۔ ان کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پھر یوتھ کا ایک بہت بڑا حصہ جو تعلیمی اداروں تک پہنچ ہی نہیں پاتا تو ان کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہماری یوتھ تین حصوں میں تقسیم ہے، ایک تو وہ جو regular پڑھ رہی ہے، ایک وہ جو private پڑھ رہی ہے اور تیسری وہ ہے جو بالکل نہیں پڑھ رہی ہے۔

ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی: کل طلباء میں سے اس وقت ملک میں 40 million ہیں یعنی کسی ایک دن میں 180 million یا 18 کروڑ میں سے چار کروڑ ایسے ہیں جو کسی ایک دن میں سکول میں جاتے ہیں، یہ بچے سے لے کر بڑے تک ہے۔ یہ بہت بڑی تعداد ہے یعنی دنیا کے کچھ ملک ایسے ہیں، شاید 20 یا 25 ممالک ایسے ہیں جن کی کل آبادی 40 million ہے، مثلاً سپین کی آبادی 40 million سے کچھ کم ہے، جبکہ پاکستان میں طلباء برادری کی تعداد جو پہلی جماعت سے لے کر ایم اے تک، 40 million ہے لیکن اس کے epics پر جس سے آپ لوگ تعلق رکھتے ہیں، پچھلے سال یہ کوئی 1.4 million ہیں، جو enrolled تھے universities میں۔ ویسے تو چار کروڑ ہیں لیکن وہ تمام جماعتوں میں ہیں اور وہ چار کروڑ آہستہ آہستہ چھٹتے چھٹتے جاتے ہیں اور جو اوپر تک پہنچے ہیں وہ 1.4 million ہیں پچھلے سال تک۔ ڈگری کالجوں میں پچھلے ایک سال میں جو enrolled ہوئے ہیں یعنی بارہ جماعت کے بعد 13 ویں اور 14ویں کلاس میں، یہ دس لاکھ تھے یعنی ایک ملین ہیں۔ جو بہت سے privately داخلہ لیتے ہیں، ایم اے کے لیے یا بی اے کے لیے اس کا مجھے صحیح اندازہ نہیں ہے، کہ اس میں شامل ہیں یا نہیں ہیں۔ اس میں جو اضافہ ہو رہا ہے، وہ بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ اس ایک سال میں یعنی حکومت جیسے بھی ہے، کامیاب ہے یا ناکام ہے، اکانومی جس حال میں بھی ہے، ہمیں 64 سال لگے ڈگری کالج میں registration سات لاکھ تک پہنچانے میں۔ جون 2011 میں یہ تعداد سات لاکھ تھی۔ یہ جون 2012 میں سات سے دس لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ بہت بڑا اضافہ ہے۔ University enrolment پچھلے 64 سالوں میں 11 لاکھ تھی پچھلے سال تک اور ایک سال میں 11 لاکھ سے 14 لاکھ ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طبقے سے آپ تعلق رکھتے ہیں اس میں پیچھے سے ایک بہت بڑا

سیلاب آ رہا ہے جو ایک سال میں 3 لاکھ ڈگری کالجوں میں اضافہ ہو گیا۔ لہٰذا ہر سال اگلے بہت سے سالوں تک اس میں بہت تیزی سے اضافہ ہوتا رہے گا۔

میں بھی Students Union کا صدر تھا، احمد بلال صاحب بھی Students Union کے صدر تھے، جب میں پرسوں PIA کے جہاز پر بیٹھنے لگا تو ایک صاحب نے آکر ہاتھ ملایا اور ایک دوسرے صاحب نے بھی کہا اور انہوں نے talk shows کی مجھ سے بات کرنے لگے، تو جنہوں نے پہلے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا، انہوں نے کہا کہ میں انہیں اس وجہ سے نہیں جانتا، میں انہیں اس وجہ سے جانتا ہوں کہ جب میں بچہ تھا تو کراچی یونیورسٹی کی طلباء یونین کے یہ صدر تھے۔ جب میں کراچی یونیورسٹی گیا تو وہاں پر Pakistan Studies کے Director تھے، انہوں نے مجھے پہنچانا اور کہا کہ آپ تو Students Union کے صدر تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ تو مجھ سے بہت چھوٹی عمر کے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میری بڑی بہن وہاں پڑھتی تھی اور وہ جب گھر آتی تھی تو وہ کاغذ لاتی تھی جس پر ہم آپ کا نام لکھتے تھے، چونکہ printing منع تھی تو صرف handwritten promotion ہو سکتی تھی تو میں ایک بچے کی حیثیت سے وہ handwritten promotion کرتا تھا۔ میں یہ کسی وجہ سے آپ کو یہ بتا رہا ہوں۔ جب میں کبھی پشاور جاتا ہوں تو مجھے پشاور میں بھی ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو یہی کہانی بتاتے ہیں کیونکہ 1970 میں بھی پورے پاکستان میں ایک چھوٹا سا طبقہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ کراچی یونیورسٹی یونین کے elections کا اتنا زیادہ معلوم ہو ایک مخصوص طبقے کو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت چھوٹا سا طبقہ تھا اور پورے پاکستان میں ایک ہی تھا۔ لہٰذا کراچی کی خبر بھی پشاور میں اسی دن پڑھی جاتی تھی اور کراچی کی students union کے president کی پشاور میں بھی پذیرائی ہوتی تھی۔ یہ ایک بہت چھوٹا سا معاشرہ تھا۔ اس چھوٹے سے معاشرے میں students کی ایک خاص اہمیت تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ ایک ہی جگہ میں بہت سے جمع ہو جاتے تھے۔ یہی چیز ہے جسے collective union کہتے ہیں یا collective presence کہتے ہیں۔ معاشرے میں یہ دو پیشوں کے پاس تھی۔ ایک فیکٹری کے مزدور کے پاس اور دوسرا تعلیمی ادارے کے students کے پاس اور وہ factories صرف چند شہروں میں تھیں اور ملک کا Press بھی جب کراچی کا جنگ اخبار پشاور کا تیس، چالیس سال پرانا حوالہ دیتا ہے۔ وہ کراچی میں ہی اخبار نکلتے تھے، لاہور میں کچھ ضمنی طور پر ایک اخبار نکلتا تھا جو نوائے وقت تھا اور جنگ صرف کراچی سے نکلتا تھا اور یہ ملک کا Press تھا۔

اس چھوٹے سے ملک کو اور چھوٹی سی آبادی کو آپ آج کی آبادی سے بالکل نہ ملائیں۔ آج کی آبادی اس سے بہت مختلف ہے۔ آپ خود بھی اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ students union کا جو کردار اس زمانے میں تھا، جس میں دراصل ہم یہ کہتے تھے کہ ہم ملک کی سیاست بدل دیں گے۔ 1970 میں جب پہلا election ہوئے تو ایک ایک لاکھ کے مجموعے میں میں نے تقریر کی ہوئی ہے کیونکہ اس وقت یہ سمجھتے تھے کہ ملک کی سیاست students تک ہے۔ جب ملک میں واقعی سیاست آنا شروع ہو گئی تو یہ کردار بہت چھوٹا ہوگیا۔ میرا مشورہ یہ ہوگا کہ آپ اس ماضی میں رہنے کی بجائے، آپ کی گفتگو سے خود بھی محسوس ہو رہا ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ آج کی student body کیا ہے۔ آج کی student body کو collectively organize کرنے کا کیا مقصد ہونا چاہیے۔

میں نے in hindsight یہ محسوس کیا کہ ہم نے صدر منتخب ہو کر جو کام کرنا شروع کیا وہ ایک بہت ہی غلط کام تھا اور وہ یہ کہ ہم نے صدر بن کر یونیورسٹی کی administration سنبھال لی۔ مثلاً جب students بہت کہتے تھے کہ بس نہیں ملتی تو میں نے صدر بننے کے بعد میں نے کہا کہ اچھا بسوں کا انتظام ہم کریں گے اور ہم نے بسوں کا انتظام سنبھال لیا۔ ہم نے vice chancellor سے کہا کہ آپ کا سارا عملا بہت خراب ہے۔ آپ ایسے کریں کہ اس کے manager کو ہمارے under کر دیں اور ہم نے جلسے وغیرہ کر کے اس کی management لے لی۔ وہاں ہاسٹل میں اچھا کھانا نہیں ملتا تھا، ہاسٹل کی administration بھی ہم نے لے لی۔ جو نئے students آتے تھے، ان کو داخلہ دینے کے لیے اور کیونکہ ان کو کوئی معلومات نہیں ہوتی تھیں، اس لیے ہم نے کیمپ لگا کر نئے students کی recruitment اور ان کو معلومات دینے کا کام سنبھال لیا۔ اس زمانے میں فوٹو کاپی کا کام نہیں تھا، notes کی ضرورت پیش آنے لگ گئی تھی، میں بھی وہاں پر فوراً ہی teacher بن گیا تھا، کلاس میں وہ lecture دیتے رہتے تھے تو اس کو cyclostyle کرکے دینے لگے جو بعد میں فوٹو کاپی میں تبدیل ہوگیا۔ یعنی students union دراصل administration بن گئی اور administration نے اپنا یہ کام کرنا چھوڑ دیا۔ اس طرح ایک بہت ہی ناموضوع تصور students union کا پیدا ہو گیا۔ اب آپ کو یہ سوچنا ہوگا، ہم اس زمانے میں بہت سوچتے تھے کہ چین کا education system کیا ہوتا ہے؟ ہزار سال پہلے education system کیا ہوتا تھا؟ West میں education system کیسا ہے؟ میں یہ سب کچھ پڑھتا رہتا تھا کیونکہ ہمیں یہ جستجو رہتی تھی کہ students body کیا ہوتی ہے۔

آپ اس کو نئے دور میں سوچیں۔ ویسے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی sub-committee اور اس میں یہ سوچیں کہ students کو collectively organize کس مقصد کے لیے ہونا چاہیے۔ ویسے آپ کا جواب زیادہ لمبا ہو گیا ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب عبید الرحمٰن صاحب۔

جناب عبید الرحمٰن: شکریہ میڈم سپیکر۔ اعجاز شفیع گیلانی صاحب آپ کی presentation کے حوالے سے میں شکریہ ادا رکتا ہوں۔ جناب والا! آپ نے جس موضوع پر بلکہ جس سوال پر آپ نے اختتام کیا تھا کہ ہمیں بطور نوجوان یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارا لائحہ آگے کیا ہونا چاہیے۔ جب میں آپ کی presentation کو دیکھ اور سن رہا تھا تو میں نے یہ بات notice کی کہ آپ نے ایک تسلسل دکھایا ہے کہ ہمارے ہاں کا جو governing structure ہے، وہ colonial time سے change نہیں ہوا۔ جس طریقے سے ایک چھوٹی سی clique تھی جو پہلی ہمیں rule کر رہی تھی اور آج بھی آپ نے 1100 کی مثال دی کہ وہ بھی آج 18 کروڑ کی عوام پر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ جس طرح آپ یوتھ کی بات کر رہے ہیں تو میں جب پڑھتا ہوں تو ایک youth bulge کا concept میرے سامنے نظر آتا ہے اور youth bulge صرف پاکستان میں موجود نہیں ہے بلکہ وہ youth bulge پوری عرب دنیا میں موجود ہے جس میں ایک major تناسب جو تقریباً 45% ہے وہ نوجوانوں کا ہے۔ تاریخ میں جب کبھی بھی آیا ہے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں پر migrations ہوئی ہیں۔ جس طرح سے یورپ نے migrations کی تھیں اور اپنی new colonies بنائی تھیں۔ اسی طریقے سے migrations بھی ہوئیں اور new social contracts ہوئے ہیں جس طریقے سے England میں Bill of rights بننا

شروع ہوئے۔ اسی طریقے سے اگر bill of rights کی صورتحال بھی نہیں ختم ہوتی تو French Revolution تک چلے جاتے ہیں کہ یہاں پر عوام اپنا حق چھیننا شروع کر دیتے ہیں۔ جب میں اس تمام تنازعوں کو دیکھتا ہوں اور جب یہ حقیقتیں مجھے نظر آتی ہیں کہ پاکستان بھی دوسرے ممالک سے کٹ کر نہیں رہ سکتا یہاں پر بھی وہی حالات و واقعات موجود ہیں اور تاریخی تسلسل بھی ہے کہ cononial time سے لے کر موجودہ دور تک ایک مختلف آرا رہی ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ وقت آ گیا ہے کہ ایک نیا social contract لوگوں کے سامنے لایا جائے جس میں نوجوانوں کی ایک خاص presence ہو۔ عوام کی representation ہوتی ہے۔ اب اگر آپ جاپان کو دیکھیں، اس کی تاریخ دیکھیں تو وہاں پر اس کی پارلیمنٹ میں بھی genitocracy or old age نظر آتی ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں اس بات پر guidance دیں کہ new social contract کیا ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی: میرے خیال میں آپ کی بات درست ہے bulge کے بارے میں۔ باقی دنیا میں صحت اور اکانومی کے improve ہونے سے population بڑھی کیونکہ جب population rapidly grow کرے گی تو youth خود بخود بڑا حصہ ہو جائے گا۔ وہاں اس کے نتیجے میں ایک activity, mobilization, migration بھی اسی کا حصہ ہے، یہ پیدا ہوئی۔ ہمارے ہاں بھی اس وقت youth bulge ہے۔ یہ youth bulge ویسے کافی عرصے سے چلا آ رہا ہے ویسے تو اب یہ کچھ کم ہونا شروع ہو جائے گا، اس کی اہمیت ہے۔ میرے خیال میں ایک اور bulge ہے، جس کی اہمیت اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ جو ہم Arab spring وغیرہ بھی دیکھ رہے ہیں، ہم اس کو بظاہر youth bulge کہہ رہے ہیں، میرے خیال میں یہ بھی اس دوسرے bulge کا نتیجہ ہے۔ اس کے اظہار میں ہمیں آبادی نظر آتی ہے اور آبادی میں چونکہ آدھی آبادی یوتھ ہے، under 35 ہے اور جو دوسرا bulge ہے وہ social bulge ہے، a socio economic bulge. اس bulge کی حقیقت اور اس bulge کو پہچاننا اور اس bulge کو institutionalize کرنا، اس کی قیادت فراہم ہونا، صحیح راستے میں ہونا، میرے خیال میں وہ زیادہ اہم ہے۔

یہ جو دوسرا bulge ہے، آپ یہ سوچیں کہ سنہ 2000 میں جو private شہری جنہیں telephone available تھا وہ بامشکل 2.5 million تھے۔ اب جو آپ کو اشتہار نظر آتے ہیں موبائل فون کے، وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 125 million SIMs بیچ دیں ہیں۔ اب اس میں کوئی عمر کی قید نہیں ہے۔ یہ تو یکایک پورا معاشرہ آپس میں connect ہو گیا ہے۔ چونکہ وہ 25 لاکھ تھے اور اب اگر آپ کہیں کہ وہ 100 million ہیں یا unduplicated SIMs or connections 80 million ہیں، تو وہ 8 کروڑ ہیں۔ کہاں ایک چیز 25 لاکھ تھی اور کہاں اب 8 کروڑ ہو گئی ہے۔ کتنے عرصے میں، صرف دس سال میں۔

یہ جو بچے سکول جاتے ہیں، جو تقریباً 40 million ہیں، یہ پچھلے بیس سال میں تعداد ہوئی ہے۔ یعنی اس سے پہلے یہ تناسب کے لحاظ سے اس تقریباً نصف کے قریب ہوں گے۔

1981 میں جب census ہوئی تھی تو پاکستان میں صرف 16% دیہی شہریوں کو بجلی دیتیاب تھی جبکہ اب 90% کو ہے۔ Load shedding ہونا الگ بات ہے لیکن 16% سے 90% ہے۔ اس کے بعد دیکھیں کہ اب آپ کو مشکل سے تقریباً 15% دیہات ایسے ملیں گے جو پکی سڑک سے ایک میل کے فاصلے پر ہوں۔ حتی کہ اس طرح کی چیزیں جب ہم نے 1980 میں پہلی مرتبہ survey washing کے subject پر کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ

پاکستان میں تقریباً 3% لوگوں کے پاس washing machine ہے۔ تیس سال کے بعد یہ تقریباً 70% کے پاس ہے۔ جو social change آیا ہے ملک میں، یعنی socio economic change آیا ہے، جو technology کی وجہ سے آیا ہے، اس سے جو active citizens or functional citizens کا bulge آیا ہے جو کہ youth bulge سے کہیں زیادہ بڑا اور زیادہ rapid ہے۔ یعنی youth کی تعداد total تعداد میں 48% ہوئی ہے یہ کوئی rapidly نہیں ہو گئی، یہ ایک دن میں نہیں ہو گئ، یا دس سال میں نہیں ہو گئی، یہ تو ایک trend ہے جو چلا آ رہا ہے۔ جبکہ یہ جو socio economic and the number of effective citizens in the country کا جو bulge sudden ہے اور بہت بڑا ہے۔ اس پر آپ میرے خیال میں زیادہ توجہ دیں اور یہ جو Arab springs آ رہی ہیں جگہ جگہ اور جہاں جہاں ہیں وہ اس دوسرے change کی وجہ سے ہے۔ اس دوسرے change کو زبان مل رہی ہے۔ بہت سے cases میں آبادی کے اس 50% سے جو proportionate share 50% بھی 50% ہی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ 60% ہو گیا ہو لیکن اس نے 50% تو ہونا ہی ہونا ہے۔ لہٰذا سوچ کو اس کے قریب لائیں اور اس کے قریب لانے سے بہت فرق پڑے گا اور فرق یہ پڑے گا کہ آپ پوری آبادی کو اپنی برادری سمجھیں گے۔ ہر برادری کو برادری بنتے وقت یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا کرتا ہے لیکن چھوٹا بھی کر لیتا ہے۔ جیسے صرف آپ اگر پڑھے لکھوں کی برادری بنائیں تو آپ 100 ,10 ,5 ,2 ,1 کی بجائے ہزاروں ہو جاتے ہیں۔ اگر یونیورسٹی طلباء کی بنائیں تو 10000 ہو جائیں گے لیکن آپ باقیوں سے کٹ بھی جائیں گے۔ اس لیے social group making کا ایک بنیادی اصول ہے کہ جب آپ کوئی گروپ بناتے ہیں تو آپ اپنی تعداد بڑھاتے بھی ہیں اور کم بھی کرتے ہیں اگر آپ باقیوں سے اپنے آپ کو exclude کر لیں۔ آپ پورے پاکستان کی آبادی سے اور خاص طور پر اس آبادی سے جو دس سال میں شہریوں میں شمار ہو گئی ہے۔ لائحہ عمل کے بارے میں کچھ بات کہہ دوں، میرے خیال میں آپ کا لائحہ عمل یہ ہونا چاہیے کہ ملک میں ایک لاکھ حکومتیں ہوں۔ آپ کا لائحہ عمل یہ ہونا چاہیے کہ ملک میں ایک جمع چار حکومتیں نہیں ہوں۔ اسلام آباد اس میں ایک نسبتاً کمزور اور کچھ عرصے کے لیے نسبتاً حقیر جگہ ہو، لاہور، پشاور، کوئٹہ اور کراچی بھی اسی راستہ پر ہوں کہ ان کی طاقت میں کمی ہو، ان کی عزت و توقیر میں بھی کمی ہو۔ بعض اوقات پنجابی میں ایک لفظ استعمال کرتے ہیں اگر گاؤں، دیہات میں جائیں تو وہ پوچھتے ہیں آپ کس ملک سے آئے ہیں۔ ہم ملک تو ایک ہی رکھیں، میں مذاق سے کہہ رہا ہوں، لہجے میں مذاق کو سمجھیں اسی میں اس کی تعبیر کریں، ہم ملک کو ایک ہی رکھیں پاکستان، اسلامی جمہوریہ پاکستان لیکن ملک ہم ایک سو بنا لیں تاکہ یہ ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک سو ملکوں پر، جس شہری کو بے چارے کو ملک کا پتا نہیں ہوتا، جب وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ آپ کس ملک سے آئے ہیں تو اس کے ذہن میں وہی چیز ہوتی ہے کہ پاکستان بہت سے ملکوں کا مجموعہ ہے جس میں سے آپ آرہے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ اس میں سے کوئی بھی جو یہاں پر بیٹھا ہوا ہے اگلے پانچ سال تو کیا، اگلے دس سال بھی پاکستان کی موجودہ ، اسلام آباد کی پارلیمنٹ میں یا ان چاروں صوبوں کی پارلیمنٹ میں سے کسی میں بھی elect ہو سکتے ہیں۔ اگر حالات کے کسی تماشے کی وجہ سے اس کی اپنی ستم ظریفی کی وجہ سے عمران خان میں بھی حکومت میں آجائے تو یہ اس گیارہ سو میں نہیں پہنچیں گے۔ ممکن ہے گیارہ پہنچ جائیں، آپ کے وسیع تر طبقے میں سے کہ جس میں چودہ لاکھ ہیں جو اس وقت یونیورسٹیوں میں ہیں۔ ایسا نہیں ہوگا لیکن اگر یہاں اس ملک میں ایک

سو ملک ہوں اور ان ایک سو ملکوں میں ایک لاکھ حکومتیں ہوں تو آپ کے حکمران ہو سکتے ہیں، اچھے حکمران ہو سکتے ہیں۔ میرے مشورے کے مطابق، جب آپ کے لیے ممکن ہو تو ایک یوتھ پارلیمنٹ کے علاوہ آپ ایک Youth Executive Council بھی بنائیں اور وہ Youth Executive Council ان ایک لاکھ حکومتوں کو چلانے کی مشق کریں جس طرح سے آپ یہ مشق کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس ملک کی کایا اس وقت پلٹے گی جب اٹھارہ کروڑ لوگ ایک لاکھ حکومتوں کی لڑی میں پروئے ہوں گے اور ایک سو ملک ہوں گی تو ایک ملک کی آبادی 1.8 ملین بنتی ہے ابھی بھی ملک کی آبادی 1.8 ملین ہے۔ یورپ کے چھ ملکوں کو، آٹھ ملکوں کو چھوڑ کر کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے جس کی آبادی دس ملین سے زیادہ ہو۔ ہم چونکہ اس پر سوچتے نہیں ہیں اور ہم پارلیمنٹ سے بات شروع کرتے ہیں اور یہ کم سوچتے ہیں کہ دنیا کے کتنے ملک ایسے ہیں جہاں الیکشن ہے اور پارلیمنٹ ہے، چین میں اس طرح کی نہیں ہے، ہندوستان میں ہے، ایک ہوگیا۔ اس کے بعد امریکہ ہے، امریکہ میں اس سے ملتی جلتی کوئی چیز ہے اگرچہ بہت مختلف ہے، میں ایک لمحے کے لیے اس پر بھی بات کر لوں گا۔ اس کے بعد انڈونیشیا ہے، اس میں بھی اس سے کچھ مختلف ہے، چلیں شمار کر لیں، اس کے بعد برازیل ہے، اس میں بھی صدراتی نظام ہے، دونوں انڈونیشیا میں بھی اور برازیل میں بھی، اس کے بعد دنیا میں چھٹا ملک پاکستان ہے۔ پاکستان میں تین UK سما سکتے ہیں ۔ اس میں اٹھارہ سویڈن، سویڈن کی آبادی کوئی بارہ ملین ہے، اگر آپ 180 کو دس سے تقسیم کرلیں تو اٹھارہ سویٹزرلینڈ اور بلجیم آ سکتے ہیں۔ پاکستان ایک بہت بڑا ملک ہے، اس بہت بڑے ملک میں یہ تصور کہ اسلام آباد کی پارلیمنٹ ہی ملک کی حکومت کرے یہ ایک بہت غیر حقیقی تصور ہے اور اس غیر حقیقی تصور کو اسی لیے ہم پرورش چڑھاتے رہے ہیں کہ اس میں پچاس ہزار افسر ملک پر حکومت کرتے ہیں، پچیس ہزار سویلین اور پچیس ہزار فوجی حکومت کرتے ہیں۔ جب تک ہم ان معنوں میں کہ unity, unity کا نعرہ جو ہماری نسل سے بہت لگایا ہے، بہت خوشی کی بات ہے کیا اس طرح کے unity کے نعرے پر لوگ لبیک نہیں کہتے۔

پچھلا ہفتہ میں نے واشنگٹن ڈی سی میں گزارا۔ آخری Saturday میرے پاس فارغ تھا چونکہ flight اگلے دن آنی تھی، اس دن فلائیٹ نہیں تھی، میں صبح سے دوپہر تک موسم بہت اچھا تھا، اس سے پہلے جب میں 1973 میں اس زمانے میں آج سے چالیس سال پہلے میں دو چار دن اس طرح کے موسم میں واشنگٹن کی سڑکوں پر بہت گھوما تھا، ساری جگہیں دیکھیں تھی، اس مرتبہ پھر پچھلے ہفتے پورا دن واشنگٹن کی سڑکوں پر پورا دن گزارا۔ واشگٹن کی سڑکوں سے ایک سبق حاصل کیا، سڑکیں اس کی بہتر ہوگئی تھیں، صاف ہوگئی تھیں اس سے پہلے وائٹ ہاؤس کے قریب سے بڑا slump پایا جاتا تھا جب میں چالیس سال پہلے گیا تھا، یا اب وہ صاف ستھری تھیں اس میں بہت سے road marks لکھے ہوئے تھے اس لیے مجھے سڑکوں پر گھومنے سے ہی ان کی تاریخ کی بعض اہم چیزوں کو پڑھنے کے علاوہ دیکھ کر بعض اوقات وہ چیز click کرتی ہے۔ اس میں 1860 میں صدر لنکن کو جہاں قتل کیا گیا، گولی ماری گئی، وہ بھی اسی trail پر تھی جہاں میں گھوم رہا تھا اس پر لکھا ہوا تھا، سامنے ایک چھوٹی سی جگہ تھی جہاں اس نے ناشتہ کیا، یہاں شام آکر اس نے کھانا کھایا اور کھانا کھانے کے بعد وہ سامنے تھیٹر میں فلم دیکھنے گیا اور پھر تصویر دکھائی ہوئی تھی کہ دو آدمی نکلے، انہوں نے پہلے سے گھوڑے تیار کئے ہوئے تھے وہ گھوڑوں پر لپکے انہوں نے جا کر تھیٹر کا

دروازہ توڑا اور اس کو گولی مار دی۔ اس کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ بڑا muddy شہر تھا، یہ 1860 کی بات ہے، یہ ایک muddy شہر تھا، کچی سڑکیں تھیں، یہ ویران شہر تھا، اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی امریکہ 1776 میں آزاد ہوا ہے، 1790 میں وہ دستور بنا چکے تھے، capital بن چکا تھا یہ بات ہم 1860 کی بات کر رہے ہیں۔ اس کے آگے capital hills تھی، اس کے علاوہ کورٹ تھیں، کورٹ DC ان کا ایک چیف جسٹس تھا جو 34 سال تک چیف جسٹس رہا، جسٹس مارشل، جس سے وہ سپریم کورٹ بنی۔ میں نے اس سے جو چیز بہت سونگھی، بہت محسوس کی وہ یہ کہ ایک سو سال تک اصل طاقت امریکی ریاستوں میں تھی۔ وہاں بہت چھوٹے چھوٹے ہوٹلوں کے آثار تھے ، لکھا تھا کہ تین مہینے کانگریس پارلیمنٹ بیٹھتی تھی اور ان تین مہینوں میں وہ آکر ان چھوٹے چھوٹے کیبن میں رہتے تھے۔ واشنگٹن DC کے پاس طاقت نہیں تھی، طاقت ان ریاستوں کے پاس تھی حتی کہ 1860 پہنچ گیا اور 1860 میں لنکن نے ایک فوج بنائی جو ملک گیر فوج تھی اور وہ ملک گیر فوج خانہ جنگی کے نتیجے میں آئی ، اس کے بعد اگلی جنگ آگئی 1914 میں اس جنگ میں بھی امریکہ کے پاس ایک چھوٹی فوج تھی، اس لیے امریکہ کی کوئی حیثیت اس جنگ میں نہیں تھی لیکن آہستہ آہستہ ان جگہوں پر industrial development ہونی شروع ہوگئی اور اس industrial development پر بہت وقت لگا، میں چالیس سال پہلے جب واشنگٹن گیا تھا تو یہ امریکہ کے بہت چھوٹے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ میں وائیٹ ہاؤس سے کوئی پانچ منٹ کے فاصلے پر رہتاتھا اور مجھے یاد ہے میں تین چار دن میں سارا واشنگٹن گھوم لیتا تھا۔ چالیس سال کے بعد واشنگٹن امریکہ کا third larger metropolitan area ہے۔ واشنگٹن پہلے ایک سو سال بہت ہی muddy powerless چیز تھی ۔ اس کے بعد بھی 1973 تک وہ کوئی بہت بڑی چیز نہیں بن سکا تھا، پچھلے چالیس سال میں وہ بڑا ہوا ہے۔ ہم نے ایک ایسا تصور کیا ہوا ہے، جس میں ہم اسلام آباد سے شروع ہو کر شاید نیچے آئیں گے۔ ہم نے اس اسلام آباد کو بھی، پچھلے چالیس سال سے میں یہاں ہوں، اس کو ہم نے پچاس ہزار سے ایک ملین پر پہنچا دیا ہے، حالانکہ اس کے پاس ملک کو دینے اور کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ملک سے لینے اور چھیننے کے لیے اسلام آباد کے پاس بہت کچھ ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام آباد کو ملک میں دینے کے لیے کیا ہے؟ ملک میں دینے کے لیے ملک کے دیہات میں کچھ ہے، ملک کے چھوٹے شہروں میں کچھ ہے، جہاں سے تعلیم بھی ابھر رہی ہے۔ جہاں سے کام کرنے والے لوگ بھی ابھر رہے ہیں۔ جہاں سے اس ملک کا GDP بھی ابھر رہا ہے۔ حقیقت میں وہاں پر law and order بھی ہے۔ جہاں پر اسلام آباد کا دخل ہے وہاں پر law and order نہیں ہے۔ اسلام آباد 180 ملین ہے لیکن اسلام آباد بھی سو ملین کا دارالخلافہ ہے۔ بعض اوقات ہم اس سے بہت دھوکہ کھاتے ہیں کہ صوبائی خودمختاری سے اس ملک کی governance بہتر ہو جائے گی، صوبائی خود مختاری سے بھی بہتر نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جو خودمختار صوبہ لاہور کا ہے، پنجاب کا ہے اس کی آبادی ایک سو ملین ہے اگر یہ ایک ملک ہو تو دنیا کا گیارہواں بڑا ملک ہوگا، 9th largest Russia ہوگا، 10th largest Mexico ہوگا اور 11th largest پوری دنیا کے دو سو ملکوں میں پنجاب ہوگا۔ سندھ اگر ایک ملک ہو تو یہ یورپین یونین کا 7th largest of the 27 countries of the European Union شاید سندھ بھی جو پنجاب سے آدھے سے بھی چھوٹا ہے وہ شاید 7th largest countries of the European Union یہ معاملہ صوبائی خودمختاری سے بھی حل نہیں ہوگا۔ ہم نے Scandinavian countries کے ملکوں سے جس میں سے کسی کی آبادی بھی بارہ ملین

سے زیادہ نہیں ہے ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے ملک میں کتنی حکومتیں ہیں، ایک مرتبہ نے ان کے پانچ ایمبیسڈر سے بلا کر پوچھا تھا اس نے کہاں آپ بتائیں، آپ بتائیں، سب سے کم تین سو پچاس انہوں نے کہا اور سب سے زیادہ پانچ سو کہا۔ میرے خیال میں آپ کا لائحہ عمل قانون سازی سے زیادہ حکومت کرنا ہونا چاہیے۔ حکومت کرنے کے لیے وہ ہنر حاصل کرنا چاہیے جو حکومت کرنے کے لیے اہمیت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ law and order کیسے قائم کیا جاتا ہے، قانون کی حکومت کیسے قائم کی جاتی ہے، معاشی facilitation کیسے کی جاتی ہے، لوگوں کی empowerment کیسے کی جاتی ہے۔ قانون سازی نسبتاً ایک ضمنی کام ہے ایسے معاشرے میں جہاں قانون کی حکومت نہ ہو۔ پاکستان میں اس وقت مسئلہ قانون سازی نہیں ہے، قانون کی حکومت ہے اور قانون کی حکومت کا مطلب یہ ہے کہ حکمران قانون کا تابع ہو، قانون کی حکومت یہاں سے شروع نہیں ہوتی کہ ایک شہری قانون کا تابع ہو، قانون کی حکومت اس سے شروع ہوتی ہے کہ حکمران قانون کا تابع ہو اگر حکمران قانون کا تابع ہوگا تو اس کے زیر اثر رہنے والے شہری سے وہ مطالبہ کر سکتا ہے اور administer کر سکتا ہے قانون کو۔ اس لیے سپریم کورٹ یہ بہت اچھا کر رہی ہے کہ شہریوں کو پیچھے رکھ کر حکومت کو کٹھہرے میں کھڑا کر رہی ہے، ہر کیس میں حکومت جوابدہ ہے، شہری فی الحال آزاد ہیں۔ اس طرح کی حکومت بنے جس میں آپ قانون کے تابع ہوں، بجائے اس کے کہ آپ قانون سازی کے چکر میں پڑیں اور قانون کو enforce کرنا سیکھیں۔ جب آپ قانون کو enforce کرنے کی صلاحیت رکھیں گے ۔